178

دین کی حفاظت

مسلم خواتین کے کرنے کا کام

ابو سلیم محمد عبدالحی

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ
۱۳ - ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
برانچ:- ۱۶ - بیت المکرم - (پہلی منزل) ڈھاکہ

Marfat.com

DATA ENTERED

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

۲۹۷۶۸
۱۵۳۲۴
۱۷۹۰۸

طابع اخلاق حسین ڈائریکٹر
ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ
۱۳-ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
مطبع ایورگرین پریس، چیمبرلین روڈ لاہور

بار اوّل جنوری ۱۹۶۳ء ۱۱۰۰
بار دوم فروری ۱۹۶۷ء ۲۰۰۰

قیمت ۲٫۳۰ روپے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

تعارف

اسلام کا خطاب مردوں اور عورتوں دونوں سے ہے۔ اسلام جس طرح مردوں کے لیے اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔ اللہ تعالے کے سامنے مرد اور عورت دونوں جوابدہ ہیں اور دونوں ان احکام کی اطاعت کے لیے ذمّہ دار ہیں جو ان کو دیے گئے ہیں۔

جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی زندگی کی مہلت سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کام کریں اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے آخرت کا سرمایہ اکٹھا کریں۔ دین کی دعوت دینے کی ذمّہ داری جس طرح مردوں پر ہے اسی طرح عورتوں پر بھی اپنے دائرے میں رہ کر اس خدمت کو انجام دینا فرض ہے۔ اس کتاب میں خواتین کی اسی ذمّہ داری کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی حدود میں رہتے ہوئے کس طرح اس فرض کو انجام دے سکتی ہیں۔ اللہ کے دین کی امانت اُمّتِ مسلمہ کا سب سے زیادہ گراں قدر سرمایہ ہے اور اللہ کی اس نعمت کو اللہ کے بندوں تک پہنچانا اس امّت کا ایک مقدس فرض ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ عورتیں اس مقدس امانت کو کس طرح حفاظت کے ساتھ آنے والی نسلوں تک منتقل کر سکتی ہیں اور کس طرح اپنے ماحول کو اس

نعمت سے روشناس کرا سکتی ہیں۔ کتاب کا انداز نہایت سادہ اور آسان ہے
کوشش کی گئی ہے کہ خواتین کو ان کی ذمہ داریوں سے روشناس کرانے کے سا
ان کے سامنے ایسی عملی صورتیں بھی رکھی جائیں جن پر عمل کرنا ان کے لیے آسان
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور اس ک
خواتین میں یہ حوصلہ پیدا ہو جائے کہ وہ موجودہ فسق و فجور کے طوفان کے مقا
اپنے گھروں میں دین کی حفاظت کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہمارے خاندان ہی
قلعے ہیں جہاں ہم شیطان کے حملوں سے دین کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور ہمارے
ہی وہ تربیت گاہیں ہیں جہاں ہم ہر طاغوت کے مقابلے کے لیے اپنے سپاہی
کر سکتے ہیں۔ خاندانی نظام میں عورت کو بڑی اہمیت حاصل ہے کوشش ک
ہے کہ اس اہمیت کے تقاضے سامنے آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دی
تقاضے پورا کرنے کی توفیق اور مہلت عطا فرمائے اور ہماری تمام کوششوں
ہمارے لیے آخرت کا بہترین سرمایہ بنا دے۔ آمین

محمد عبد الحی

۱۹ر رمضان ۱۳۷۶ھ

Marfat.com

اُن خواتین کے نام

جو

اس دنیا میں کچھ کرنے کی آرزومند ہیں

Marfat.com

دین کی حفاظت

اپنی اِصلاح ۹

خواتین کی اہمیّت ۹

خواتین کی ذمّہ داری ۱۱

ذاتی اصلاح کی اہمیّت ۱۳

گھر کی اِصلاح ۱۷

غیر اسلامی رسوم ۱۷

رسموں کی مخالفت ۲۲

نئی تہذیب کا مقابلہ ۲۵

پردے کی اہمیّت اور حدود ۲۷

صفائی اور سلیقہ کی اہمیّت ۴۰

فضول خرچی سے پرہیز ۴۲

Marfat.com

معاشرے کی اصلاح ۴۴
اولاد کی تربیت ۴۴
ردوں کی اصلاح ۵۰
مردوں کی مدد ۵۴
اقرباء کے حقوق ۵۵
پڑوسی کے حقوق ۵۷
دعوت و تبلیغ ۶۰
ابتدائی تیاری ۶۱
صحیح موقع کی پہچان ۶۳
ترتیب کی اہمیت ۶۸
توحید کے دلائل کی اہمیت ۷۱
غور و فکر ہر شخص کے لیے ضروری ہے ۷۹
توحید کے کچھ مزید دلائل ۸۰
قوت کا سرچشمہ ۸۵
آخرت پر ایمان ۸۸
آخرت پر یقین کی اہمیت ۹۱
آخرت فراموشی کے اسباب ۹۵
آخرت فراموشی کا علاج ۱۰۰
عقیدۂ آخرت کے بارے میں اطمینان ۱۰۴

Marfat.com

تصورِ آخرت کی صحیح صورت ۱۰۷
تصورِ آخرت کو ذہن نشین کرنے کے ذریعے ۱۰۹
فکرِ آخرت ترکِ دنیا نہیں ہے ۱۱۴
دین اور دنیا کا فرق ۱۱۵
زندگی کی تقسیم غلط ہے ۱۱۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

اپنی اِصلاح

خواتین کی اہمیت

آپ جانتی ہیں کہ اسلام پوری زندگی کا ایک نظام ہے۔ ہر شخص کی الگ الگ زندگی کے لیے بھی اور سب لوگوں کی اجتماعی زندگی کے لیے بھی۔ اجتماعی زندگی کی تکمیل عورت کے بغیر ممکن نہیں۔ آپ زندگی کے نظام کا ایک بہت اہم جزو ہیں۔ اس لیے کوئی ایسی تحریک جو زندگی کی اصلاح سے تعلق رکھتی ہو آپ کو ساتھ لیے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔ چونکہ اسلامی تحریک پوری زندگی کی تحریک ہے اس لیے یہ تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ خواتین کو نظر انداز کر کے اس تحریک کو کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے، اس کے سامنے جواب دہی کرنے اور اپنے اپنے کاموں کا بدلہ پانے کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ کی اطاعت کرنا اور اس کے احکام بجا لانا، جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہیں اسی طرح آپ کے لیے بھی لازمی ہیں۔

Marfat.com

آخرت کی کامیابی کے اعتبار سے مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے جس طرح مردوں کو کوشش کرنا ہو گی اسی طرح آپ کو بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا پڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ (سورۂ نساء۔ ۳۲)

" مرد جیسا کام کریں گے ویسا حصّہ پائیں گے اور اسی طرح عورتیں جیسا کام کریں گی ویسا حصّہ پائیں گی۔"

اسلام نے عورتوں کو ایک مستقل حیثیت دی ہے۔ انہیں مردوں کی زندگی کا ضمیمہ نہیں بنایا ہے۔ اس لیے آپ کا مقام یہ نہیں ہے کہ آپ خود اپنے بارے میں کچھ سوچے بغیر مردوں کے رنگ میں رنگی رہیں۔ ہر مرد اور ہر عورت کو خود اپنے ایمان اور اسلام کے اعتبار سے جوابدہی کرنا ہو گی۔ اور اپنے اپنے کیے کا پھل پانا ہو گا۔ نہ آپ کے کاموں کا نتیجہ مردوں کو بھگتنا پڑے گا اور نہ مردوں کے کیے کا پھل آپ کو ملے گا۔ کوئی عورت اللہ کے سامنے یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتی کہ اس کے مردوں کی روش ایسی اور ایسی تھی اس لیے اُسے بھی مجبوراً وہی راہ اختیار کرنا پڑی۔

اسلام کا علم حاصل کرنے ، اللہ کے دین کو سوچ سمجھ کر قبول کرنے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے بارے میں آپ کی ذمہ داری کسی طرح مردوں سے کم نہیں ہے۔ اس لیے سب کاموں سے پہلے کرنے کا کام یہی ہے کہ آپ

اسلام کو سمجھیں، اس کا ضروری علم حاصل کریں اور اس کے احکامات پر پوری پابندی کے ساتھ عمل کریں۔ اللہ کا دین جن کاموں سے روکنا چاہتا ہے اُن سے رُک جائیں چاہے آپ کے مردوں کا حال کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے انہیں کریں، چاہے آپ کے مرد آپ کا ساتھ دیں یا نہ دیں۔

خواتین کی ذمہ داری

آپ کو اللہ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے دین کی خدمت کے وہ تمام کام کرنا ہیں جن کا کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔ ان کاموں میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کو سچّی اسلامی زندگی بنانے کی کوشش ہر وقت کرتی رہیں۔ ان تمام کاموں کو اور ان سب باتوں کو جو اسلام کے خلاف ہیں چُن چُن کر اپنی زندگی سے دُور کریں۔ اپنی روزانہ کی زندگی پر بار بار غور کیجیے۔ اس علم کی روشنی میں غور کیجیے جو آپ نے اسلام کے بارے میں حاصل کی ہے اور جسے آپ برابر حاصل کر رہی ہیں دین کے بارے میں جو بات معلوم ہو چکی ہو یا معلوم ہوتی جائے اس کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی پر خود نظر ڈالیے اور یہ دیکھیے کہ کہیں کوئی بات اسلام کے خلاف تو موجود نہیں ہے، تو یہ بات بڑے افسوس کی ہے کہ مسلمان کی زندگی میں کوئی بات اسلام کے خلاف بھی پائی جائے، لیکن اس بدقسمتی کو کیا کہیے کہ آج مسلمانوں کی زندگیوں میں ایک دو نہیں بہت سی باتیں اسلام کے خلاف موجود ہیں۔

Marfat.com

آج کل جن حالات میں ہم اور آپ زندگی گزار رہے ہیں ان میں ایک مسلمان کے لیے سب کاموں سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ اسلام اور کفر کو اچھی طرح پہچانے ۔ اگر کسی ملک کی حکومت اسلامی اصولوں پر قائم ہو یا مسلمانوں کے ذمہ دار با اثر لوگ دین سے صحیح لگاؤ رکھتے ہوں تو یہ ممکن ہے کہ حکومت یا اثر رکھنے والے لوگ اپنے طور پر ان تمام باتوں کو روکتے رہیں جو اسلام کے خلاف ہوں یا جن کے اثر سے مسلمانوں کے دین اور ایمان کے بگڑنے کا ڈر ہو۔ ایسے حالات میں تو یہ ممکن ہے کہ آپ دین کے بارے میں صرف موٹی موٹی باتیں جان کر اپنے دین اور ایمان کو بچالے جائیں ، لیکن اگر آپ کے چاروں طرف ان باتوں کا زور ہو جو اسلام کے خلاف ہیں ، اور حالات ایسے ہو گئے ہوں کہ ایک شخص کو اللہ کے احکام پر قائم رہنے میں دشواریاں پیش آتی ہوں اور اسلام سے منہ موڑ کر چلنے کے لیے راستہ آسان ہو گیا ہو تو پھر آپ کو بھی اسلام پر جمنے اور اس راہ پر چلنے کے لیے زیادہ طاقت اور قوت کی ضرورت ہو گی ۔ آج یہ حال ہے کہ جھوٹ بولنا ، دھوکا دینا ، دوسرے کا مال مار لینا ، گندی باتوں میں پھنس جانا اور ہر قسم کی بداخلاقی اختیار کر لینا ، لوگوں کے لیے اتنا آسان ہو گیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے ان بُرائیوں کو اختیار کر لینا ہی مفید ہے اور اس کے برخلاف سچ پر قائم رہنا ، ایمان داری اور دیانت کے ساتھ کام کرنا ، پاک زندگی گزارنا اور انسان بن کر رہنا اتنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس راہ پر چلنے کے لیے قسم قسم کی پریشانیوں کو برداشت کرنا ضروری معلوم ہونے لگا ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی ملک کی حکومت اچھی ہو اور اس کی

پولیس اپنے فرائض کو پہچانتی ہو تو آپ چوروں کے ڈر سے محفوظ ہو کر رات کو آرام کی نیند سو سکتی ہیں۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر آپ کو اپنی نیندیں حرام کرنا پڑیں گی اور اپنے گھر کے بچاؤ کے لیے خود ہی جو کچھ بن پڑے، کرنا پڑے گا۔ شیطان انسان کے ایمان و اخلاق اور اس کی انسانیت کا سب سے بڑا ڈاکو ہے اس کی روک تھام کا انتظام ہر شخص کو خود ہی کرنا پڑتا ہے اور ملک کی حکومت اور قوم کے با اثر لوگوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ جس طرح لوگوں کے جان اور مال کی حفاظت کا بندوبست کریں اس سے بڑھ کر ان کے ایمان، اخلاق اور انسانیت کی حفاظت کا انتظام کریں۔

یہ ہیں وہ حالات جن کی وجہ سے آپ کے کندھوں پر بھی اس سے کہیں زیادہ بوجھ آپڑا ہے جتنا کہ سدھرے ہوئے حالات میں ہوا کرتا ہے لیکن اس سے کیا ہونا ہے، آپ کو تو بہرحال اس خدمت کو انجام دینا ہی ہے جو آپ کے ذمے ہے۔ وہ سپاہی جو مشکل حالات میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں، ان سپاہیوں سے کہیں زیادہ اونچا مرتبہ پاتے ہیں جو آسان حالات میں میدان مار لیتے ہیں۔ آپ کے سامنے آپ کی اپنی زندگی کا میدان ہے، چاروں طرف برائیوں کا طوفان ہے اور شیطانی فوج کے حملے ہیں اور آپ کو ان سب کا مقابلہ کرتے ہوئے کامیابی حاصل کرنا ہے۔ اس جنگ کا سب سے پہلا میدان خود آپ کی اپنی ذات ہے۔

ذاتی اصلاح کی اہمیت

عام طور پر جب کوئی شخص اپنی زندگی پر نظر ڈالتا ہے تو اُسے دو چار موٹی موٹی برائیاں نظر آجائیں تو آجائیں ورنہ عام طور پر اس کا نفس اسے یہی اطمینان

Marfat.com

بنہ لاتا رہتا ہے کہ اس میں کوئی ایسی خاص بُرائی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنی پڑوسن سے کچھ شکایت ہو لیکن اس کا سبب آپ یہی بتائیں گی کہ یہ بُرائی پڑوسن میں ہے، اس کا اخلاق اچھا نہیں ہے، وہ بڑی مغرور ہے، کسی سے سیدھے مُنہ بات نہیں کرتی۔ اپنی برابر کسی کو نہیں سمجھتی، بدتمیز ہے، پھوہڑ ہے اور نہ جانے اس کی کتنی بُرائیاں ہوں گی جو آپ کو ہر وقت کھٹکتی ہوں گی۔ لیکن یہ کام بہت مشکل ہے کہ آپ یہ بھی پتہ چلا لیں کہ آپ کی اپنی کوتاہیاں کیا کیا ہیں اور آپ نے کس موقع پر اپنی بات چیت اور اپنے اخلاق سے تعلقات کو بگاڑا ہے۔ اسی طرح دوسری ملنے جُلنے والیوں کے بہت سے عیب آپ کے سامنے ہوں گے۔ عزیزوں کی بے رُخی اور بے مروّتی کے بہت سے قصّے آپ کو یاد ہوں گے کوئی ذرا چھیڑے تو شوہر کی بدمزاجی اور بے توجہی کی ایک پُوری داستان آپ سُنا دیں گی۔ گھر کی خادمہ کی بدتمیزی سے آپ نالاں ہوں گی پڑوسی کے بچّوں کی شرارتوں نے آپ کا دل پکا دیا ہوگا، لیکن یہ بات مشکل سے ہی آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ آپ کی سہیلیوں کو بھی آپ سے کچھ جائز شکایتیں ہیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے دل آپ نے بھی دُکھائے ہیں، شوہر کو ناخوش کرنے میں آپ کا بھی کچھ حصّہ ہے، گھر کی خادمہ کے ساتھ آپ کا برتاؤ بھی ٹھیک نہیں، آپ کے اپنے بچّے بھی کچھ کم شریر نہیں ہیں۔
غرض یہ کہ بہت ہی کٹھن کام ہے کہ انسان خود اپنی ذات کے بارے میں اچھی طرح اور صحیح غور کر سکے، اور اپنے عیوب کو پہچان لے۔

سب سے پہلے آپ کو یہی مشکل کام انجام دینا ہے۔ اس کام کے لیے آپ روزانہ کسی وقت اپنے حالات پر، اپنی باتوں پر اور اپنے مشاغل پر گہری نظر ڈالیں

Marfat.com

اور جہاں تک ممکن ہو اپنی کوتاہیوں کو سامنے رکھیں۔ اس مقصد کی خاطر آپ کو اس بات کے لیے بھی کان کھلے رکھنا چاہئیں کہ دوسرے آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اپنی کسی کمزوری کا حال دوسروں کی زبانی سُن کر غصّہ نہ کیجیے۔ جواب میں کہنے والے کی کمزوریاں تلاش کرنے میں نہ لگ جائیے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عیب بتانے والے کے عیب آپ سے کہیں زیادہ ہوں اور بالکل ظاہر ہوں، لیکن آپ اس کے عیبوں میں نہ اُلجھیے۔ اُس نے آپ کے عیب بتا کر جو آپ کی خدمت کی ہے اس سے فائدہ اُٹھائیے۔ یہ گھونٹ کچھ کم کڑوا نہیں ہے۔ لیکن مرض کی اصلاح کے لیے کڑوے گھونٹ تو پینا ہی پڑتے ہیں۔ آپ نے اپنی اصلاح کے لیے قدم اُٹھایا ہے تو پھر ایسی تمام چیزوں کے لیے تیار رہیے۔

اپنی اصلاح کے لیے اپنے عیبوں پر نظر کرنے اور ان کو دُور کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ آپ کو اس بات کا پُورا پُورا اہتمام کرنا ہوگا کہ اپنے جانتے بُوجھتے کسی ایسے فرض کو ترک نہ کریں جو اسلام نے آپ کے ذمّہ لگایا ہے۔ فرائض میں نماز کا درجہ سب سے اُونچا ہے۔ آپ نماز کا اہتمام کریں نماز کے بعد دُوسرے فرائض کی ادائیگی بھی پُوری پابندی کے ساتھ ہونا چاہیے۔

فرائض کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے بڑے بڑے گناہ ہیں جن سے بچنے کی اسلام میں تاکید کی گئی ہے۔ ان کو بھی نظر میں رکھیے اور ان سب سے بچنے کا فیصلہ کیجیے۔ غفلت یا نادانی کی وجہ سے اگر خدا نہ کرے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کیجیے۔ سچی توبہ جو دل سے ہو اور جس کے بعد آپ اس بُرائی سے دُور رہنے کی انتہائی کوشش کریں۔ کچھ گناہ تو ایسے ہیں جن کا گناہ ہونا سب لوگ جانتے ہیں اور ان سے

Marfat.com

پکتے بھی رہتے ہیں ۔ لیکن بد قسمتی سے کچھ بڑے گناہ ہمارے اندر اس طرح گھس آئے ہیں کہ ہماری نظر میں ان کی بُرائی بہت گھٹ گئی ہے ۔ ایسے گناہوں میں سے کچھ گناہ یہ ہیں :۔ جھوٹ[1] بولنا (چاہے وہ بڑوں سے بولا جائے یا بچّوں سے اور چاہے وہ ہنسی اور دل لگی کے طور پر بولا جائے) پیٹھ[2] پیچھے دوسروں کے عیب بیان کرنا (چاہے وہ سچ مچ ان میں موجود ہی کیوں نہ ہوں) کسی پر تہمت[3] لگانا، بغیر صحیح معلومات کے کسی کے بارے میں بدگمانی[4] کرنا، دوسروں[5] کی باتوں کی خواہ مخواہ ٹوہ لگانا اور پھر اسے اِدھر اُدھر کہتے پھرنا، کسی[6] کو نام دھرنا اور ایسی بات کہنا جس سے اُس کا دل دُکھے ۔

(۲)

گھر کی اِصلاح

غیر اسلامی رسوم

آپ کا دوسرا کام اپنے گھر کی اصلاح ہے۔ اس اصلاح کا مختصر مطلب یہ ہے کہ آپ گہری نظر ڈال کر دیکھیں کہ آپ کے گھروں میں کتنی باتیں اسلام کی ہدایات اور خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کے خلاف ہو رہی ہیں۔ اس اعتبار سے آپ دیکھیں گی تو بڑی آسانی سے آپ کے گھروں میں سینکڑوں غیر اسلامی باتیں مل جائیں گی۔ سب سے پہلے آپ رسموں پر غور کریں۔ پیدائش سے لے کر مرنے دفن تک بیسیوں موقعوں کے لیے ہزاروں رسمیں مقرر ہیں جن میں سے تقریباً سب کی سب غیر اسلامی ہیں اور بہت سی تو خلافِ اسلام بلکہ کھلی ہوئی مشرکانہ اور کافرانہ رسمیں ہیں۔ پھر ان رسموں نے کچھ اس طرح جڑ پکڑ لی ہے کہ وہ آپ کے گھروں کے لیے ایک مستقل شریعت بن کر رہ گئی ہیں۔ قدم قدم پر ان کا پاس اور لحاظ کیا جاتا ہے۔ انہیں چھوڑ دینا معیوب سمجھا جاتا ہے اور ان کے خلاف اگر کوئی کچھ کہے تو ایسی باتوں کو سخت ناپسند کیا جاتا ہے۔

جب آپ نے اسلام کی راہ پر قدم بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے اور آپ اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنانے کے لیے تیار ہوئی ہیں تو آپ کو بڑی توجہ کے ساتھ اپنے گھروں کو ان رسموں سے پاک کرنا ہوگا۔ اس کام کے لیے مناسب تدبیر اور حکمت کے ساتھ کام کرنا چاہیے اور اس گندگی کو دُور کرنے کے لیے کچھ دنوں تک مسلسل کوشش کرنا چاہیے۔ ایک دم اصلاح کر ڈالنے کی کوشش ممکن ہے کہ مفید نہ ہو اور آپ خدانخواستہ ہمت ہار کر بیٹھ جائیں۔

اس اصلاح کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہ جس کا تعلق براہِ راست خود آپ کی ذات سے ہے۔ دوسرا وہ جس کا تعلق دوسروں سے ہے۔ اصلاح کا ارادہ کر لینے کے بعد ان دونوں پہلوؤں کو گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے ورنہ آپ کچھ بھی نہ کر سکیں گی۔ بہت سی خواتین کچھ اس طرح سوچتی ہیں کہ ہم نے اس رسم کو چھوڑ ہی دیا تو کیا ہوگا؟ جب تک دوسرے اصلاح کے لیے آمادہ نہ ہو جائیں۔ اصلاح کا کام کیسے ہو سکتا ہے؟ اس خیال کے آتے ہی یا تو وہ پہلے قدم پر مایوس ہو کر بیٹھ جاتی ہیں کیونکہ سب کی یکبارگی اصلاح کر دینا ان کے بوتے کا کام نہیں ہوتا یا پھر وہ اصلاح رسوم کے جہاد پر کمر باندھ کر دوسروں کو وعظ و نصیحت پر اُتر آتی ہیں اور جب بہت جلد انہیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی ان کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ اُلٹا ان ہی کو نکّو بنایا جا رہا ہے تو وہ جھنجھلاہٹ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاتی ہیں اور سوڈے کی بوتل کی جھاگ کی طرح ان کا جذبہ دب کر ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ ایسی مایوس خواتین پھر کچھ ایسی اُلٹی باتیں کرنے لگتی ہیں کہ جن کو سُن کر رسموں کی پابندی کرنے والی خواتین اپنے غلط طریقوں پر کچھ اور زیادہ مضبوط

ہی ہو جاتی ہیں اور اصلاح کا کام دَھرا کا دَھرا رہ جاتا ہے۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔

سب سے پہلے آپ اصلاح کے اس پہلو کو ہاتھ میں لیں جس کا تعلق خالص آپ کی اپنی ذات سے ہے۔ رسمیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف قسم کی ہو سکتی ہیں۔ کچھ رسمیں تو ایسی ہیں جو کھلی ہوئی اسلام کے خلاف ہیں۔ کسی میں شرک کا لگاؤ پایا جاتا ہے تو کسی میں کوئی کافرانہ بات موجود ہے۔ مثلاً ناچ، گانا، باجا، قوالی، چڑھاوے، اللہ کے سوا دوسروں کے نام کی نذر و نیاز، ٹونے، ٹوٹکے اور گنڈے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی رسموں کو پہچاننے کے لیے آپ اپنا علم بڑھائیں اور یہ قابلیت پیدا کرتی رہیں کہ آپ اسلام اور غیر اسلام میں بہت اچھی طرح تمیز کرنے کے قابل بن جائیں۔ اس قسم کی رسموں کے بارے میں آپ کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ خود انہیں ایک دم چھوڑ دیں اور کسی قیمت پر انہیں کرنے کے لیے تیار نہ ہوں کیونکہ جب معاملہ اسلام اور غیر اسلام کا ہو تو پھر آپ کا یہ مقام نہیں کہ غیر اسلام پر عمل کرنے کے لیے آپ بہانے تلاش کریں یا اپنی غفلت اور نادانی سے اس پر عمل کرتی رہیں۔ آپ کا کام تو فوراً توبہ کرنا ہے جو کچھ ہو چکا اُس پر نادم اور شرمسار ہونا ہے اور آئندہ کے لیے ان سب کاموں سے بچنے کا پختہ عہد کرنا ہے۔ اس کے سوا آپ کے لیے کوئی درمیانی راہ ممکن نہیں۔ ایک طرف اسلام پسندی کا دعویٰ اور دوسری طرف خلافِ اسلام باتوں سے چمٹا رہنا کسی ایسے شخص کا کام ہی نہیں ہے۔ جس نے سوچ سمجھ کر اسلام کی راہ اختیار کی ہو۔ اور جسے آخرت کی زندگی پر پورا پورا یقین ہو اور جو اللہ کی رضا کو اپنا مقصود ٹھہرا لے۔

اس کے بعد اصلاح کا وہ پہلو آتا ہے جس کا تعلق دوسروں سے ہے۔ اوپر

Marfat.com

بیان کی ہوئی قسم کی رسموں کے سلسلے میں دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ پہلے پوری کوشش کیجیے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ پر ایمان، آخرت کی ذمہ داری اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے جذبے کو ابھار کر انہیں اسلام کے خلاف کاموں کے کرنے سے روکا جائے۔ اس روکنے میں طنز اور اعتراض کا پہلو اگر آجاتے گا تو کوئی کام نہ بنے گا۔ اگر سمجھانے کا انداز ایسا ہوگا کہ سننے والا یہ سمجھے کہ آپ اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں کچھ بہت اونچا بنا رہی ہیں تو اس کا شیطان اسے بھلی بات کے سننے سے روک دینے میں آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جائے گا۔ آپ کے انداز میں خلوص، ہمدردی اور محبت ہونا چاہیے۔ سننے والا سمجھ لے کہ آپ اسے خالص اس کے فائدے کے لیے کوئی بات بتا رہی ہیں۔ اسے اللہ کی ناراضگی سے بچانے کی کوشش کر رہی ہیں، آخرت کے عذاب سے اسے نجات دلانا آپ کا مقصد ہے۔ اس طرح پوری حکمت اور پوری ہوشیاری کے ساتھ مناسب طریقے اور مناسب موقع پر آپ ان رسموں کے روکنے کی کوشش کریں۔ مناسب طریقے سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی کو موقع بے موقع نہ ٹوکیں بلکہ تنہائی میں یا کسی اور مناسب طریقے پر اسے بات سمجھانے کی کوشش کریں۔ مناسب موقع کا مطلب یہ ہے کہ آپ وقت سے پہلے اسے سمجھائیں، ایسا نہ ہو کہ جب دروازے پر ناچ شروع ہو جائے، آتش بازی چھوٹنے لگے اور بھنڈیلے اور قوال سر پر سوار ہو جائیں تو آپ اپنا وعظ شروع کریں، تاکہ اگر آپ کی بات کا اثر ہو تو سننے والوں کو اس کے مطابق عمل کرنے میں خاص قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

Marfat.com

اس سمجھانے بجھانے کے نتیجے میں اگر کوئی اصلاح ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اس نے آپ کو ایک برائی روکنے کی توفیق عطا فرمائی اور اگر خدا نہ کرے جہالت اور غفلت کی وجہ سے آپ کی بات کا اثر نہ ہو تو آپ خود ایسے تمام موقعوں کی شرکت سے پرہیز کریں، جہاں اس قسم کی خلافِ اسلام رسمیں انجام دی جا رہی ہوں، چاہے معاملہ آپ کے کیسے ہی قریبی عزیز کا کیوں نہ ہو اور چاہے آپ کے اپنے گھر میں یہ سب کچھ کیوں نہ ہو رہا ہو لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔ آج کل کے بگڑے ہوئے مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ ان سے بالکل تعلق ختم کر لیا جائے، اس طرح کوئی اصلاح کا کام نہیں ہو سکے گا۔ اصلاح کرنے والے کے لیے بڑا ضروری ہے کہ وہ صحیح صحیح اندازہ لگائے کہ کس حد تک اسے کٹنا ہے اور کس حد تک اُسے جُڑنا ہے۔ آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ آپ ایسے تمام موقعوں سے دُور رہیں جن میں خلافِ اسلام رسمیں ہو رہی ہوں لیکن ان موقعوں پر ضرور ساتھ دیں جہاں آپ کی شرکت میں کوئی ہرج نہ ہو۔ آپ کے عمل سے صاف صاف یہ بات واضح ہونا چاہیے کہ آپ کو نفرت جو کچھ ہے وہ اس بُری رسم اور خلافِ اسلام کام سے ہے نہ کہ اس شخص سے۔ اس شخص کی خوشی اور رنج میں آپ شرکت کے لیے تیار رہیں۔ آپ کو اس سے نہ کوئی دشمنی ہے اور نہ نفرت۔ اس نازک فرق کو بہت اچھی طرح سمجھ لیجیے اور دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اسے ہر دم سامنے رکھیے۔ آپ کے اس رویّے کے بعد توقع ہے کہ آج نہیں تو کل لوگوں کے دل نرم ہوں گے اور ان پر ہدایت کے دروازے کھل جائیں گے۔ لیکن اگر آپ نے تعلقات بالکل ختم کر لیے اور دوستی، ملاقات

Marfat.com

اور ہمدردی کے بدلے دشمنی، نفرت اور علیحدگی اختیار کر لی تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے اصلاح کا دروازہ خود اپنے ہاتھوں بند کر دیا۔

رسموں کی مخالفت

آپ کو اپنے گھروں میں زیادہ تر رسمیں ایسی ہی دکھائی دیں گی جو یوں دیکھنے میں تو کچھ غلط معلوم نہیں ہوتیں لیکن ان سے جو نتیجے نکلتے ہیں وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً اس میں بظاہر کوئی ہرج معلوم نہیں ہوتا کہ آپ اپنے سمدھیانے میں کسی خاص موقع پر مٹھائی یا کپڑے یا ایسے ہی دوسرے تحفے بھیجیں۔ کسی کے گھر تحفہ بھیجنا کوئی بُرائی کی بات نہیں۔ اس قسم کی بہت سی رسمیں آپ کے گھروں میں پائی جاتی ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان میں اسلام کے خلاف کون سی بات ہے مگر ان تمام رسموں میں بُرائی یہ ہے کہ ان کے نتیجے میں کوئی نہ کوئی بات اسلام کے خلاف پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً ان رسموں کے پُورا کرنے میں جو رقم صرف کی جاتی ہے وہ اکثر خرچ کرنے والے کی حیثیت اور گنجائش سے زیادہ ہو جاتی ہے یا جو تحفہ بھیجا جاتا ہے وہ تحفے کی حد سے کہیں بڑھ جاتا ہے اور اس طرح رسم کے پُورا کرنے سے آپ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو فضول ضائع کرنے کا گناہ اپنے سر لیتی ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ فضول خرچی کرنے والے کو اللہ نے شیطان کا بھائی کہا ہے۔ دوسری خرابی جو کسی نہ کسی صورت میں ان رسموں میں ضرور ہی پیدا ہو جاتی ہے وہ "ریا" ہے۔ جو کچھ کیا جاتا ہے وہ دکھاوے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد سوائے نام اور نمود کے کچھ نہیں ہوتا۔ تحفہ بھیجنے کے لیے جس خلوص اور محبّت کی ضرورت ہے وہ نہیں ہوتی، بلکہ برادری کا

۱۷۹۰۷

Marfat.com

دباؤ اور ناک کٹنے کا ڈر، یہ سب کچھ کراتا ہے اور اس طرح یہ رسمیں بہت بڑی خرابی کا سبب بن جاتی ہیں۔ ریا کی وجہ سے بہت سے ایسے کام بھی جو دیکھنے میں نیکی کے کام معلوم ہوتے ہیں، شرک کے کام بن جاتے ہیں۔ مسلمان کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی خوشی کے علاوہ دوسروں کے خوف سے کوئی کام کرے، یا اللہ کی مرضی کو چھوڑ کر برادری کے نام و نمود کی خاطر کچھ کرے۔ ان خرابیوں کے علاوہ اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جو صرف ان رسموں کی پابندی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی یہ مجبور کرتی ہیں کہ روپیہ اگر نہ ہو تو قرض لیا جائے کبھی یہ قرض سود پر لیا جاتا ہے، کبھی ان کی بدولت وہ سرمایہ ختم ہو جاتا ہے جو کسی آڑے وقت آپ کی عزت بچا سکتا تھا اور آپ کو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ کبھی ان رسموں کے پیچھے موتی کا ترکہ وارثوں میں تقسیم سے پہلے ہی صرف ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ دوسرے حق داروں کا حق بھی مارا جاتا ہے۔ غرض آپ اگر خود غور کریں گی تو آسانی سے نظر آ جائے گا، کہ ان رسموں کی خاطر جو دیکھنے میں بڑی معصوم سی نظر آتی ہیں کتنی ہی خلافِ اسلام باتوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے اور اللہ کی اس نعمت سے جو اس کی خوشنودی کے لیے صرف ہونا چاہیے تھی اس کی ناخوشی اور ناراضی کے مول لینے کا انتظام خود اپنے ہاتھوں کیا جاتا ہے۔

ایسی تمام رسموں کے بارے میں آپ کا اپنا رویہ یہی ہونا چاہیے، کہ آپ انہیں ہرگز نہ کریں۔ اپنے اندر اتنی جرأت پیدا کیجیے کہ آپ لوگوں کی پروا کیے بغیر وہ کام کر سکیں جسے آپ ٹھیک سمجھتی ہیں۔ لیکن ان رسموں کا بھی ایک پہلو وہ ہے

Marfat.com

جس کا تعلق دوسروں سے ہے ۔ مثلاً آپ خود تو کوئی اس قسم کی رسم نہیں کرتیں لیکن دوسرے آپ کے ساتھ ان رسموں کو برتتے ہیں ۔ ایسی تمام صورتوں میں آپ پوری کوشش کریں کہ وہ ان فضولیات سے دُور رہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ اگر آپ کوئی نیا تعلق قائم کر رہی ہوں تو پہلے اس بات کا اندازہ کر لیں کہ اس بارے میں کہاں تک آپ کا ساتھ دیا جا سکے گا ۔ لیکن اگر واسطہ کرنا ہی پڑ جائے یا تعلق ایسا ہو جو پہلے سے قائم ہو اور مناسب طریقے پر آپ کے سمجھانے اور بتانے سی بھی کوئی اصلاح نہ ہو تو پھر آپ برداشت کر لیں اور اس موقعہ پر کچھ زیادہ سختی دکھانے کے بدلے آپ یہ کوشش کریں کہ ایسے لوگوں کو پوری بات سمجھا کر ان کے دل میں خدا اور اس کے رسول ؐ کی قدر و قیمت پیدا کریں ۔

برداشت کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اُس قسم کا تحفہ آپ کے یہاں بھیجا جا رہا ہے اور آپ کے روکنے سے بھی وہ نہیں رُکتا تو پھر اُسے آنے دیں لیکن اس کے بعد نہ تو آپ جواب میں کوئی تحفہ بھیجیں اور نہ اس کے تحفے کے ساتھ وہ برتاؤ کریں جو عام طور پر کیا جاتا ہے ، مثلاً اُسے تمام برادری میں بانٹنا یا گھر گھر دکھانا وغیرہ ۔ یہ مشورہ ایک قسم کی رسموں کے بارے میں ہے ۔ اسی پر قیاس کر کے دوسری رسموں کے بارے میں آپ خود فیصلہ کر سکتی ہیں کہ آپ کا رویّہ اس بارے میں کیا ہو ؟

یہ رسمیں کچھ اس طرح جڑ پکڑ گئی ہیں کہ ان کا ایک دم دُور کر دینا آسان کام نہیں ہے ۔ اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے دل میں اس ایمان کو تازہ کیجیے جس کے ہوتے مسلمان اللہ کی مرضی اور رسول ؐ کے حکم کے خلاف ہر کام

کرنے سے اس طرح بچنے لگتا ہے جس طرح انسان آگ سے بچتا ہے اور یہ کام اتنا آسان نہیں کہ آپ محض کچھ رسموں کے بارے میں تقریر کر کے یا ان کی بُرائی بیان کر کے اسے پُورا کر سکیں۔ اس کے لیے آپ کو مسلسل کوشش کرنا پڑے گی اور مرض کو دُور کرنے کے لیے باقاعدہ علاج کرنا ہو گا۔

نئی تہذیب کا مقابلہ

گھروں کی اصلاح کے سلسلے میں اس پُرانی جاہلیت کے ساتھ ساتھ آپ کو کچھ نئی قسم کی جاہلیت کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ بہت سے گھرانے ایسے ملیں گے جہاں ان رسموں کا قلع قمع تو پہلے ہی ہو چکا ہے مگر اس خیال سے نہیں کہ یہ اسلام کے خلاف تھیں بلکہ اس خیال سے کہ وہ اس نئی روشنی کے خلاف تھیں جسے قبول کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس پُرانی جاہلیت کے بدلے ان گھروں میں نئی جاہلیت گھُس آئی ہے آپ کو اپنے گھروں کی اصلاح کی خاطر اس تہذیب کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔

زینت و آرائش اگرچہ عورت کا حق ہے لیکن اس کی بھی کچھ حدود ہیں جب یہ حد سے بڑھ کر محض خود نمائی اور فضول خرچی کا مرکب بن جائے تو اسلام اسے گوارا نہیں کرتا۔ اسی طرح اسلام نے لباس کے بارے میں کچھ پابندیاں عاید کی ہیں مسلمان کی نظر میں اسلام کے سب احکام قابل احترام ہیں۔ فیشن اور رواج کی پابندی میں آپ ان احکام میں سے کسی کو بھی پس پشت نہیں ڈال سکتیں۔ مغربی تہذیب کے اثر نے آج کل معاشرت میں بہت سی ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جو فضول خرچی اور ریا کی تعریف میں آتی ہیں۔ ایسی سب باتوں سے آپ کو دُور ہی رہنا پڑے گا اور ہر معاملے میں اس اعتدال کو سامنے رکھنا پڑے گا جو اسلام کو

Marfat.com

مرغوب ہے دیکھیے معاملہ لباس کا ہو یا عام رہن سہن کا، اسلام کو ایک طرف تو انتہائی سلیقہ اور صفائی پسند ہے۔ اسلام طہارت کو ایمان کی پہچان بتاتا ہے لیکن دوسری طرف فضول خرچی، اپنی حیثیت سے زیادہ پاؤں پھیلانا اور دکھاوے کے لیے کچھ کرنا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس اعتبار سے آپ کو اپنے گھر کی اصلاح کی طرف بہت خصوصی توجہ دینا ہوگی، آپ کا گھر، آپ کا لباس، آپ کا عام رہن سہن نہ تو ایسا ہو کہ آپ کو دیکھ کہ کوئی اندازہ ہی نہ لگا سکے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کن نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور نہ وہ یہ اندازہ لگائے کہ آپ انتہائی بدسلیقہ پھوہڑ، اور بدذوق واقع ہوتی ہیں، اور نہ آپ کا رہن سہن ایسا ہو کہ جو آپ کی حیثیت سے اونچا اور اسلام کی ہدایات کے خلاف ہو۔ اس معاملے پر اگر غور کریں گی تو اپنے گھر میں بہت کچھ اصلاح کی گنجائش محسوس کرلیں گی۔

آج کل بہت سے مسلمان گھرانوں کی ایک اور لعنت تصاویر، ریڈیو، گراموفون، گندہ لٹریچر اور سینما کا شوق بھی ہے۔ اس بارے میں آپ کے سامنے اسلامی احکام رہنا چاہئیں۔ اور آپ کا گھر ان ناپاکیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ ریڈیو اور گراموفون یوں خود کوئی بُری چیز نہیں لیکن گانا اسلام نے حرام کیا ہے اور مشکل یہ ہے کہ آج ریڈیو اور گراموفون کی بدولت اس حرام شغل کو اتنا عام کر دیا گیا ہے کہ آج بہت سے لوگوں کو اس کی حرمت کے بارے میں اطمینان نہیں ہوتا۔ بُرائی جب عام ہو جاتی ہے تو وہ عام لوگوں کی نظر میں بُرائی نہیں رہتی بلکہ رفتہ رفتہ بھلائی بن جاتی ہے۔ سینما کا مقام اس سے بھی کچھ آگے ہے۔ اپنے گھر کی ناپاکی دُور کرنے کے لیے آپ کو ان جیسی سب لعنتوں کو دُور کرنا پڑے گا۔ گندے لٹریچر کی

لعنت سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ وہ زہر ہے جو چپکے ہی چپکے ہمارے سماج کے جسم میں اثر کر رہا ہے۔ اس نے نئی نسلوں کو ذہنی طور پر آوارہ اور عملی طور پر ناکارہ بنا رکھا ہے۔ ایک طرف غیر محتاط اور خدا ناشناس ناشر ہیں جن کے سامنے سوائے اپنے تجارتی نفع کے اور کوئی مقصد نہیں دوسری طرف پبلک کی اخلاقی اصلاح کی ذمہ داری سے بے نیاز حکومت ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے، ہر قسم کی بد اخلاقی اور آوارگی پھیلانے والا لٹریچر دھڑا دھڑ شائع ہوتا ہے اور آرٹ اور ادب کی سرپرستی کے نام پر حکومت کا قانون بالکل مجبور ہے کہ اس گندے سیلاب پر کوئی بند باندھ سکے۔ ان سب چیزوں نے مل کر پڑھنے والوں کا ذوق بھی اس درجہ خراب کر دیا ہے کہ وہ اس قسم کی چیزیں طلب کرتے ہیں۔ ادھر طلب موجود ہے۔ ادھر اس طلب کو پورا کرنے کے لیے نفع کمانے والے ناشر ہیں۔ اس صورتِ حال نے سماج کی اخلاقی زندگی کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔ کوئی گھر ایسا نہیں جو اس زہریلی فضا سے متاثر نہ ہو رہا ہو۔ بے شمار رسالے ہزاروں ناول اور کتابیں۔ غرض یہ کہ ایک طوفان ہے جو چہار طرف سے اُٹھ رہا ہے — گھریلو اصلاح کے لیے آپ کو بڑی توجہ اور کوشش سے اپنے گھروں کو اس گندگی سے دُور رکھنا ہوگا۔

پردے کی اہمیت اور حدود

عام طور پر ہمارے گھروں میں جو غیر اسلامی باتیں گھس آئی ہیں ان میں ایک اہم بات پردے کے بارے میں شریعت کے بتائے ہوئے احکام کی خلاف ورزی بھی ہے۔ آپ کو اپنے گھروں کی اصلاح کرنے اور ان میں اسلامی فضا پیدا کرنے کے لیے اس طرف بھی توجہ دینا ہوگی۔ پردے کے جو احکام قرآن پاک میں ملتے ہیں ان

میں سے ایک تو وہ ہیں جن سے اس پردے کے بارے میں ہدایات ملتی ہیں جو گھر کے باہر کرنا چاہیے۔ دوسرے احکام وہ ہیں جو گھر کے اندر سے متعلق ہیں۔ کچھ لوگ اندر اور باہر کے حکموں کو گڈمڈ کر دیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے سامنے صحیح اسلامی پردے کی شکل نہیں آتی اور پھر وہ اُلجھنے لگتے ہیں۔

کچھ لوگ تو وہ ہیں جو یورپ کی تقلید میں پہلے یہ طے کر لیتے ہیں کہ پردہ کرنا ٹھیک نہیں اور یہ تہذیب کے خلاف ہے۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی رائے کی تائید میں قرآن کی آیات اور شریعت کے احکام کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ پردے کے بارے میں قرآن میں کوئی صاف حکم نہیں ہے، یہ بعد کو ایجاد ہوا ہے، جن لوگوں پر ایسے لوگوں کا اثر پڑا ہو ان کے لیے تو ضروری ہے کہ وہ پردے کے بارے میں تفصیل کے ساتھ معلومات حاصل کریں اور اس سلسلے میں ضروری کتابوں کا مطالعہ کریں۔

پردے کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اگر اسے معاشرے کی اصلاح کی بنیاد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ گھریلو زندگی کی خوشیوں اور خاندانوں کے نظم کی مضبوطی کا براہِ راست اس مسئلہ سے تعلق ہے۔ عام طور پر لوگ اس مسئلے کی پوری اہمیت سے واقف نہیں ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اس کا تعلق عورت کی شرم و حیا، اس کی پاک دامنی اور عزت سے ہے۔ لیکن بات اتنی ہی نہیں ہے۔ کوئی ایسی سوسائٹی جس کے اندر خاندانوں کا نظم ٹھیک نہ ہو کبھی کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہوسکتی۔ خاندانوں سے مل کر ہی سوسائٹی یا معاشرہ بنتا ہے۔ اگر خاندانوں میں انتشار ہے تو سوسائٹی میں بھی انتشار ہوگا۔ اگر خاندانوں کا نظم ڈھیلا ہے تو اس معاشرے

Marfat.com

میں بھی کسی اچھے نتیجے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس لحاظ سے پردے کا مسئلہ ان اہم مسئلوں میں سے ہے جن کا تعلق براہ راست کسی معاشرے کی تنظیم اور اس کی مضبوطی سے ہے۔

گھریلو اصلاح کے سلسلے میں گھر کے باہر اور اندر کے پردے کے لیے جو ہدایات ملتی ہیں ان کی پابندی ضروری ہے۔ عام طور پر پردے کے بارے میں جو خرابی روشن مسلمان گھرانوں میں پیدا ہو چکی ہے وہ ان ہدایات سے بے پروائی کا نتیجہ ہے جو گھر کے اندر کے پردے کے بارے میں اسلام نے دی ہیں۔ آپ کو گھریلو اصلاح کے سلسلے میں ان ہدایات پر پوری توجہ دینا ہوگی اور اس بارے میں ضروری تبدیلیاں بھی کرنا پڑیں گی۔ رہ گیا گھر کے باہر کے پردے کا مسئلہ، تو اگرچہ وہ بھی کافی اہم ہے اور اس بارے میں بھی مسلمانوں کی بے پروائی روز بڑھتی جا رہی ہے لیکن ابھی یہ مرض اتنا عام نہیں ہے جتنا کہ پہلا مرض عام ہے۔ ابھی تین چوتھائی یا اس سے بھی زاید مسلم گھرانے ایسے موجود ہیں جو گھر کے باہر والے پردے کے احکام کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں لیکن ایسے گھرانے شاید مشکل سے ہی سو میں دس نکلیں گے جہاں پردے کے ان احکام کی بھی پابندی کی جاتی ہو جن کا تعلق گھر کے اندر سے ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ شریعت کے احکام کی پیروی پر ابھارنے والی اصل چیز تو ایمان کی مضبوطی، اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی خواہش اور اس کی ناخوشی سے بچنے کی فکر ہے۔ لیکن چونکہ آج کل یہ باتیں کم ہو گئی ہیں اسی لیے مسلمانوں کے اندر بہت سی غیر اسلامی باتیں گھس آئی ہیں۔ پردے کے احکام کا بھی یہی حال ہے۔

Marfat.com

گھر سے باہر کا پردہ مسلمان سوسائٹی میں ایک رواج کی حیثیت بھی اختیار کر چکا ہے اور اس لیے بہت سے لوگ سوسائٹی کے دباؤ اور لوگوں کی انگشت نمائی کے خوف سے بھی اس پردے کو نباہ رہے ہیں۔ لیکن گھر کے اندر کا پردہ، چونکہ خاندان کے رواج اور گھریلو طریقوں کے بھی خلاف پڑتا ہے اس لیے اس کی پابندی کرنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں اور ایسے لوگ تو اور بھی کم ہیں جو آگے بڑھ کر یہ ہمت کریں کہ وہ لوگوں کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اللہ تعالےٰ کے احکام کی پابندی کریں۔

قرآن پاک میں پردے کے بارے میں جو احکام آئے ہیں وہ تین طرح کے حکم ہیں:۔

(۱) ایک تو وہ احکام ہیں جو خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی پاک بیویوں کو خطاب کر کے دیئے گئے ہیں۔ ان احکام میں اگرچہ بات تو اُمّت کی ماؤں سے کہی گئی ہے لیکن ان ہدایات کی پابندی مسلمان عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے۔

(۲) دوسرے وہ احکام ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھرانے کی خواتین کے ساتھ ساتھ مسلمان عورتوں کو بھی ہدایات دی گئی ہیں۔

(۳) تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو گھروں کے اندر آنے جانے کے متعلق دیئے گئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے پردے کے بارے میں جو احکام قرآن پاک میں دیئے گئے ہیں وہ سورۂ احزاب میں بیان

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ ارشاد فرمایا:۔

"اے پیغمبر کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (تمہارا درجہ ان سے اونچا ہے اور تمہاری ذمہ داریاں بھی ان سے زیادہ ہیں) اگر تم واقعی اللہ کی نافرمانی سے ڈرنے والی ہو تو اس بات کا لحاظ رکھو کہ جب تمہیں کسی غیر مرد سے بات کرنا ہی پڑ جائے تو بات اس طرح نہ کرو کہ اس میں کسی طرح کی لگاوٹ کی بو آئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے سُن کر ایک ایسا شخص جس کے دل میں نفاق کی بیماری ہے کسی قسم کی غلط امید لگا بیٹھے۔ البتہ بات جو کہو وہ اچھے اور معقول طریقے سے کہو۔ اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلے زمانۂ جاہلیت کے رواج کے مطابق اپنی زینت اور آرایش کو دکھاتی نہ پھرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرتی رہو، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اے نبیؐ کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ ہر قسم کی (اخلاقی اور معاشرتی) گندگی کو تم سے دُور کر دے اور تمہیں بالکل پاک اور ستھرا بنا دے۔"

پھر اس سورۃ میں آگے چل کر مردوں کو کچھ ہدایات دی گئی ہیں کہ جب وہ نبیؐ کے گھر جائیں تو کن باتوں کا لحاظ رکھیں۔ فرمایا:۔

"اے ایمان لانے والو! تم نبیؐ کے گھروں میں یوں ہی بلا وجہ نہ جایا کرو۔ البتہ اگر وہ تمہیں کھانے کے لیے بلائیں تو اجازت سے جاؤ، مگر اس طرح نہیں کہ کھانے کی تیاری کے انتظار میں وہاں جا کر پہلے سے بیٹھے رہو بلکہ جب بُلایا جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔

بلا وجہ باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ یہ باتیں نبیؐ کو دکھ پہنچا رہی تھیں لیکن وہ تمہارے لحاظ سے کچھ کہتے ہوئے جھجکتے تھے مگر اللہ کو تو حق کے ظاہر کرنے میں کوئی جھجک نہیں۔ اگر تم کو پیغمبر کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے لیے بھی۔ اور تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسولؐ کو دکھ پہنچاؤ۔ اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ یہ باتیں اللہ کے نزدیک بڑے گناہ کی باتیں ہیں تم چاہے کسی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ البتہ نبی کی بیویوں پہ ان کے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، دینی بہنوں اور غلاموں کے بارے میں کوئی التزام نہیں ہے۔ اور اے نبی کی بیویو! اللہ کی ناخوشی سے ڈرتی رہو۔ اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔"

آگے چل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر والوں اور عام مسلمان عورتوں کے بارے میں پردے کے احکام دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دے دیجیے کہ (جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو) اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادر کا حصّہ لٹکا لیا کریں۔ یہ اس لیے کہ اس طرح وہ پہچان لی جائیں (کہ وہ شریف گھرانوں کی شریف زادیاں ہیں) اور انہیں ستایا نہ جائے۔"

ان سب آیات میں جو حکم دیے گئے ہیں ان میں سے کچھ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے گھر کی عورتوں کو خاص طور پر خطاب کر کے دیئے گئے ہیں اور کچھ میں دوسرے مسلمانوں کی عورتوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سب احکام کا تعلق عام مسلمان عورتوں سے نہیں ہے، جو احکام امت کی ماؤں کو دیئے گئے ہیں وہ اُمت کی سب عورتوں کے لیے عام ہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اُمت کی تمام عورتوں کے لیے نمونہ ہیں اس لیے کچھ احکام ان کو ہی خطاب کر کے دیئے گئے ہیں۔ ان سب حکموں کو سامنے رکھ کر جو ہدایات ہمیں ملتی ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) عام طور پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے بات چیت نہ کرنا چاہیے اگر کسی ضرورت سے بات کرنا ہی پڑ جائے تو اچھے اور معقول طریقے سے بات کی جائے۔ لیکن اس بات میں کچھ اس قسم کی لوچ نہ ہو کہ اس سے کسی قسم کی لگاوٹ کی بو آئے اور اس طرح جس شخص کے دل میں کچھ کھوٹ ہو وہ خواہ مخواہ تمہارے بارے میں کچھ غلط قسم کی اُمیدیں قائم کرلے۔

(۲) مسلمان عورتوں کا اصلی میدانِ عمل ان کا اپنا گھر ہی ہے اس لیے انہیں بلا کسی خاص ضرورت کے گھر سے باہر نہ جانا چاہیے۔ تفریح، سیر سپاٹے اور نمائش کے لیے بن سنور کر گھر سے نکلنا ان کے لیے کسی طرح مناسب نہیں۔ یہ سب جاہلیت کی روش ہے اور کسی مسلمان شریف زادی کے لیے کسی طرح موزوں نہیں۔

(۳) اگر کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے گھر دعوت وغیرہ کے سلسلے میں جائے تو اسے اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ بلا اجازت گھر میں نہ جائے اور کھانا کھانے کے بعد خواہ مخواہ باتیں بنانے کے لیے بیٹھا نہ رہ جائے اس طرح گھر کی عورتوں

Marfat.com

کو اور دوسرے گھر والوں کو بلا وجہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے۔

(۴) اگر گھر کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگی جائے۔

یہ پابندیاں ان عزیزوں کے لیے نہیں ہیں جو محرم ہوں۔ مثلاً باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہ یا گھر کے غلام۔ عورتوں میں سے بھی اسلام کو صرف دینی بہنوں کا ہی گھروں میں بلا تکلف آنا جانا پسند ہے ان کے علاوہ آوارہ، بد اخلاق اور بے دین عورتوں سے میل جول اور ان کا گھروں میں بلا روک ٹوک آنا ہرگز مناسب نہیں۔ کبھی کبھی ان کی وجہ سے جو فتنے اُٹھتے ہیں وہ مردوں کے میل جول سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔

(۵) اگر کسی خاص ضرورت سے مسلمان عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا ہی پڑے تو اس کی انہیں اجازت ہے لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ وہ ایک بڑی سی چادر اوڑھ کر نکلیں جس سے ان کی آرائش اور زینت چھپ جائے اور وہ اس کا ایک حصہ چہرے پر بھی گھونگھٹ کی شکل میں لٹکا لیں۔

پردے کا یہ مقصد برقع سے بھی پورا ہو سکتا ہے لیکن ان برقعوں سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا جو آرائش چھپانے سے زیادہ خود آرائش کا نمونہ ہوتے ہیں اور رنگا رنگ ہونے کے ساتھ طرح طرح سے سجائے جاتے ہیں۔

گھریلو اصلاح کے سلسلے میں آپ کو اپنے گھروں میں جس اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کرنا ہے اور جس طرح اپنی زندگی میں ہر قدم پر اسلامی احکام کی پابندی کا دھیان رکھنا ہے اس کے لیے پردے کے ان احکام کی پابندی کی اہمیت اس لحاظ

Marfat.com

سے اور بڑھ جاتی ہے کہ عام طور پر مسلمان گھرانوں کا رواج کچھ ان کے خلاف ہی ہے اور جب آپ ان کی پابندی کا ارادہ کریں گی تو آپ کو طرح طرح کی دشواریاں پیش آئیں گی۔

ایک طرف تو اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان گھرانوں کی زندگی بے لطف نہ ہونے پائے۔ آپس کے میل جول میں کمی نہ آئے اور تعلقات کو خوشگوار بنانے کے سلسلے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے۔ دوسری طرف اسی کے ساتھ ساتھ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی برباد نہ ہونے پائے اور ان کے گھروں میں بدنگاہی اور بدچلنی کا رواج نہ ہو۔ ان دونوں مقصدوں کے حاصل کرنے کے لیے اسلام نے مسلمان گھرانوں میں مردوں اور عورتوں کے تعلقات کی حدود مقرر کرتے ہوئے پردے کے کچھ احکام دیے ہیں۔ ان احکام کا تعلق رشتے داروں، پڑوسیوں، گھر کے اندر کام کاج کرنے والے غلاموں، نوکروں اور گھر کے مردوں کے شریف قابل اعتماد دوستوں سے ہے۔ ان احکام کا ذکر سورۂ نور میں آیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک تمہارا ان سے انس اور میل جول نہ ہو اور تم ان کو سلام نہ کر لو (سلام کرنا دراصل اجازت طلب کرنا ہے) ایسا کرنا تمہارے لیے اچھا ہے۔ امید ہے کہ اس طرح تم اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھو گے اور فائدہ حاصل کرو گے۔ اگر تم کو گھر کے اندر کوئی نہ ملے تو اس وقت تک گھروں میں نہ جاؤ جب تک تمہیں اجازت نہ ملے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ (برا نہ مانو)

Marfat.com

اس طریقہ میں تمہارے لیے پاکیزگی اور ستھرائی ہے (اور خوب یاد رکھو کہ) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے کہ تم ان گھروں میں چلے جایا کرو جن میں عورتیں نہیں رہتی ہیں اور ان میں تمہارا کوئی کام ہو۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔

مسلمان مردوں کو یہ حکم دے دیجیے کہ (جب وہ گھروں میں داخل ہوں تو) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم کی جگہوں کی احتیاط کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ اور ستھرا طریقہ ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ اور اسی طرح مسلمان عورتوں کو حکم دے دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم کی جگہوں کی احتیاط کریں۔ اور اپنی آرائش اور سجاوٹ کی چیزوں میں سے کسی چیز کو ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جو مجبورًا ظاہر ہو جاتی ہو اور اپنی اوڑھنیوں کا بکل مار کر سینہ چھپا لیا کریں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی دینی بہنوں یا اپنے غلاموں کے سامنے یا اپنے ایسے ملازموں کے سامنے جو عورت کی ضرورت سے مستغنی ہو چکے ہوں یا ایسے بچوں کے سامنے جو ابھی سرے سے عورتوں کے بھید سے واقف ہی نہ ہوتے ہوں ـــــ اور زمین پر اس طرح پاؤں مار کر نہ چلیں،

کہ ان کا وہ سنگار ظاہر ہو جائے جسے وہ چھپاتی ہیں۔ اور اے ایمان والو! تم سب مل کر اللہ کی طرف پلٹو۔ امید ہے کہ اس طرح تم کامیاب ہو جاؤ گے۔" (سورۂ نور آیت ۲۷ تا ۳۱)

مذکورہ بالا آیات میں گھروں کے اندر آنے جانے کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) کوئی مسلمان کسی مسلمان کے زنانے مکان کے اندر اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ دو شرطیں پوری نہ ہو جائیں۔

ا :- وہ شخص گھر والوں کے لیے اجنبی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ انس اور میل جول کا تعلق ہو۔ ایسا شخص یا تو کوئی قرابت دار اور رشتے دار ہو سکتا ہے یا گھر والے کا کوئی ایسا گہرا دوست ہو سکتا ہے جس کے سیرت و کردار پر بھروسہ ہو۔ گھر میں خدمت کرنے والے غلام بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

ب :- گھر میں جب جائے تو اجازت لے کر جائے۔ یوں ہی بلا اطلاع دندناتے ہوئے گھس جانا درست نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے بموجب اجازت لینے کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آنے والا دروازے پر تین مرتبہ سلام کرے اور اگر کوئی جواب اور اجازت ملے تو اندر جائے نہیں تو لوٹ آئے۔

(۲) جب تک اجازت نہ ملے گھر کے اندر داخل نہ ہوں بلکہ اگر کسی وقت لوٹ جانے کو کہا جائے تو بلا تکلف واپس ہو جائیں اور برا نہ مانیں۔

(۳) جو مقامات زنانے نہ ہوں ان میں داخل ہونے کے لیے ان پابندیوں

کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً دفاتر، مردانہ بیٹھکیں یا مسافرخانے وغیرہ۔

(۴) گھروں میں جانے والے مردوں کو چاہیے کہ وہ تاک جھانک سے پرہیز کریں۔ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم کی جگہوں کے معاملے میں پُوری احتیاط برتیں۔

(۵) گھر کی بیبیاں اس موقع پر حسبِ ذیل باتوں کی پابندی کریں:-

ا۔ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

ب۔ اپنی شرم اور احتیاط کی جگہوں کی حفاظت کریں۔

ج۔ اور اس طرح سمٹ سمٹا کر اور کپڑے سنبھال کر سامنے آئیں کہ ان کی زینت کی چیزیں ظاہر نہ ہوں۔ سوائے ان چیزوں کے جو مجبوراً ظاہر ہو جاتی ہیں۔ مثلاً لباس کا ظاہری حصّہ یا چہرے اور ہاتھوں، پیروں کا کچھ حصّہ۔

د۔ اپنی اوڑھنیوں کے بُکّل مار لیا کریں تاکہ سینہ چھپ جائے۔ (وہ باریک دوپٹے جو جسم کو ڈھانکنے کے بدلے اور خوشنما کر کے چمکاتے ہیں اور جن میں سے سر کے بال اور جسم کے حصّے دکھائی دیتے ہیں انہیں لباس سمجھنا ہی غلط ہے۔ ایسے ہی کپڑے پہننے والیوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "بہت سی لباس پہننے والیاں ایسی ہیں کہ انہیں ننگا ہی کہنا چاہیے"۔)

ہ۔ وہ چلنے پھرنے میں زمین پر پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ پاؤں کے زیورات کی جھنکار سُنائی دے۔

(۶) عورت کو زینت کی چیزیں ظاہر کرنے سے جو منع کیا گیا ہے تو اس حکم کا تعلق شوہر اور محرم اعزا، مثلاً باپ، خسر، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہ سے نہیں ہے۔ اسی طرح اس حکم کا تعلق بہت بوڑھے ملازموں، غلاموں اور لڑکوں سے بھی نہیں ہے۔

(۷) عورتوں میں وہ عورتیں جو بے دین ہیں، آوارہ ہیں یا جن کے چال چلن درست نہیں ہیں وہ بھی غیر مردوں کے حکم میں شامل ہیں۔ اسلام اپنے سماج میں ایسی عورتوں کو غیر مردوں سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔

گھر والوں کی اصلاح کے سلسلے میں گھروں کے اندر پردے کے احکام کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے۔ آج کل مسلمان گھرانوں میں عام طور پر ان احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اگر کہیں پردے کی طرف توجہ ہے تو پھر یہ عالم ہے کہ قریبی عزیزوں اور رشتے داروں سے بھی وہی پردہ کرایا جاتا ہے جو بالکل اجنبی اور غیروں سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ ایسی صورتوں میں خاندانی میل جول کی مسرتیں بڑی حد تک کم ہو گئی ہیں۔ لیکن اگر اس طرف سے بے توجہی ہے تو پھر یہ حالت ہے کہ محرم اور نامحرم عزیزوں میں کوئی امتیاز ہی نہیں پایا جاتا۔ جو بے تکلفی بھائی کے ساتھ ہے وہی دیور کے ساتھ ہے بلکہ کبھی کبھی اس سے بھی بڑھ کر، بہنوئی، نندوئی، خالہ زادے، پھوپھی زادے، چچا زادے سب کے ساتھ بے حجابانہ بات چیت، بے تکلف اٹھنا بیٹھنا اور ہنسی دل لگی ہوتی ہے۔ خسر محرم ہے لیکن اس کے سامنے جو حجاب کیا جاتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو اوپر ذکر کیے ہوئے نامحرم عزیزوں کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ صورتِ حال صاف

Marfat.com

بتاتی ہے کہ اس بارے میں ہمارے گھرانوں میں رواج کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اللہ کی شریعت سے زیادہ ہے۔ یہ بڑی قابل اصلاح بات ہے۔ آپ کو اپنی پہلی فرصت میں اس طرف توجہ دینا چاہیے۔ اس معاملے میں آپ ہرگز نرمی نہ برتیں۔ جب تک آپ انتہائی سختی سے اس پر خود پابند نہ ہوں گی اس وقت تک آپ گھریلو اصلاح کا کام کبھی مکمّل نہ کرسکیں گی۔

صفائی اور سلیقہ کی اہمیّت

گھریلو اصلاح کی بات ختم کرنے سے پہلے ایک اور ضروری بات کی طرف اشارہ کرنا باقی ہے جسے عام طور پر کوئی خاص اہمیّت نہیں دی جاتی ہے۔ اور اگر دی بھی جاتی ہے تو اس کا تعلق دینی اصلاح یا مذہبی تقاضوں سے نہیں ہوتا۔

مکان اور لباس کی صفائی۔ بدن کی پاکیزگی اور طہارت اور گھریلو انتظام میں سلیقہ اور سگھڑ پن دراصل ایک مومن خاتون کی نہایت اہم صفات ہیں لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بہت سے گھرانوں میں اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ ان صفات کا تعلق براہِ راست آپ کی مومنانہ زندگی سے ہے۔ اگر آپ اپنی زندگی میں اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیلی کرنا پسند کرتی ہیں اور اپنے گھروں کو اسلامی تعلیمات کا نمونہ بنانے کی خواہش اپنے دل میں رکھتی ہیں تو آپ ایک لمحے کے لیے بھی ان اہم تقاضوں کو نظر سے اوجھل نہیں کرسکتیں۔ اگر خدانہ کرے آپ کا گھر بدسلیقگی کا نمونہ ہے صفائی اور پاکیزگی سے خالی ہے۔ اگر آپ اپنے لباس اور جسم کی طہارت اور ستھرائی سے بے پرواہ ہیں۔ اگر آپ کے بچّے گندے اور بدسلیقہ ہیں تو یقین رکھیے کہ چاہے آپ کتنا ہی اسلامی ذوق رکھتی ہوں آپ دوسروں کے لیے کبھی اچھا

Marfat.com

نمونہ نہیں بن سکتیں۔

عام طور پر ذہنوں میں یہ خیال جم گیا ہے کہ صفائی، سلیقہ اور ستھرا پن کچھ امیروں کا حصّہ ہے لہٰذا وہ خواتین جن کی مالی حالت بہتر نہیں ہے وہ کچھ ایسا محسوس کرنے لگتی ہیں کہ شاید ان باتوں کا تعلق ان سے کچھ ہے ہی نہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ صفائی، ستھرائی اور سلیقہ بالکل دوسری چیز ہے۔ اس کا تعلق امیری اور غریبی سے بالکل نہیں ہے۔ ایک ایسا گھر جس میں بانس اور بان کی معمولی چارپائیاں ہوں لیکن سب کسی ہوئی ٹھیک ٹھاک ہوں اور اپنے اپنے مقام پر ٹھکانے سے بچھی ہوں اس گھر سے بہت بہتر ہے جس میں نواڑ کے پلنگ تو ہوں لیکن بدسلیقگی کی وجہ سے کسی کی نواڑ ٹوٹ کر لٹک رہی ہو، کسی پر ناپاکی کے دھبّے پڑے ہوئے ہوں اور سب بے ڈھنگے پن سے اِدھر اُدھر پھیلے پڑے ہوں۔ اسی طرح صاف ستھرے معمولی بستر اُن قالینوں اور قیمتی گدّوں سے بہتر ہیں جو نہ وقت پر تہ کیے جاتے ہوں اور نہ جھاڑ کر بچھائے جاتے ہوں۔ معمولی برتن جو صاف ستھرے ہوں ان قیمتی پلیٹوں سے کہیں بہتر ہیں جو گندی ہوں اور جن کو دیکھ کر پتہ چل رہا ہو کہ ان کو بہت ہی بے ڈھنگے پن سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پُورے مکان اور مکان کے کل سامان کے بارے میں سمجھ لیجیے کہ کسی چیز کے قیمتی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ سلیقہ اور سگھڑ پن آپ سے آپ آجائے گا بلکہ یہ بالکل الگ چیز ہے اور اسے حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لیے آپ کو الگ سے کوشش کرنا پڑے گی۔

جس گھر کے بارے میں آپ یہ طے کریں کہ اُسے آپ اسلامی زندگی کا نمونہ بنانا چاہتی ہیں اس کی مناسب صفائی اور سُتھرائی کا خیال رکھیے۔ وہاں ہر بات میں

Marfat.com

سلیقہ ہو، سامان کی ترتیب اور چیزوں کے استعمال میں کسی قسم کا پھوہڑپن نہ ہو، اور چاہے کیسی ہی غربت کا عالم ہو، مکان کا سامان چاہے چند چٹائیوں اور چند مٹی کے برتنوں سے زیادہ نہ ہو لیکن پھر بھی اسے دیکھ کر یہ معلوم ہو جائے کہ اس گھر کے لوگوں میں نفاست اور صفائی موجود ہے۔

اس سلیقے اور سگھڑپن کی تفصیلات بہت سی ہیں یہاں ان سب کو بیان کرنے کا موقع نہیں ہے اور ہمارا یقین ہے کہ آپ میں سے تقریباً سب ہی خواتین خود ہی جانتی ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے اس لیے ان تفصیلات میں جانے کی کچھ ایسی ضرورت بھی نہیں ہے یہاں جس بات پر زور دینا ہے وہ یہ ہے کہ آپ گھریلو اصلاح کے سلسلے میں اسے بھی کافی اہمیت دیں۔ آپ کی دین داری، مذہب کے ساتھ آپ کی دلچسپی اور زندگی کے تمام کاموں میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرنے کے فیصلے کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کا جسم، آپ کا لباس، آپ کا گھر اور آپ کے بچے صحیح معنوں میں طہارت، پاکیزگی اور سلیقے کا نمونہ ہوں۔

فضول خرچی سے پرہیز

گھریلو اصلاح کے سلسلے میں آخری بات جو آپ کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ خانہ داری کے تمام کاموں میں فضول خرچی سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کریں۔ مومن اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کو جو کچھ دنیا میں دیا گیا ہے وہ بطور امانت استعمال کے لیے دیا گیا ہے اور اسی لیے اسے ہر نعمت کے استعمال میں دو باتوں کا دھیان ضرور رکھنا چاہیے۔ ایک تو یہ کہ وہ دینے والے کی مرضی کے

Marfat.com

مطابق ہی استعمال ہو اور دوسرے یہ کہ فضول اور بے کار نہ صرف کی جائے۔ جب تک یہ صفت آپ اپنے اندر پیدا نہ کریں گی دین کے بہت سے تقاضے ایسے باقی رہ جائیں گے جن کا پورا کرنا ضروری ہو گا لیکن آپ اتنی گنجائش ہی نہ پائیں گی کہ انہیں پورا کر سکیں۔

Marfat.com

(۳)

معاشرے کی اِصلاح

اولاد کی تربیّت

جو معاشرہ اپنی آنے والی نسلوں کی تربیّت کی طرف سے غافل ہو یا غلط قسم کی تربیّت کرتا ہو اس کی تباہی یقینی ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ انتہائی اہم کام ہے۔ جو لوگ اللہ کو اپنا آقا مان لیں اور اس کی ہدایت کو اپنی زندگی کا قانون تسلیم کرلیں اُن پر لازم ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کو بھی اس حقیقت سے پُوری طرح آگاہ کر دیں اور ان کی پرورش اس طرح کریں کہ یہ باتیں ان کے اندر رَچ بَس جائیں۔

بچوّں کی تربیّت کی ذمّے داری خاص طور پر خواتین پر ہے۔ یہ کام بچّے کے پیدا ہونے کے مہینہ دو مہینہ کے بعد سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ بچّہ اسی وقت سے اپنے ماحول کے اثرات قبول کرنے لگتا ہے۔ اگرچہ بچّہ نہ ہماری بات سمجھتا ہے اور نہ ہماری کسی ہدایت پر عمل کر سکتا ہے لیکن پھر بھی وہ سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ بہت سی بہنوں کے ذہن میں تربیّت

Marfat.com

کا مفہوم اتنا ہی ہوتا ہے کہ بچہ کو کچھ سکھایا اور پڑھایا جاتے لیکن یہ تو تربیت کی صرف ایک شکل ہے سب سے پہلے بچے کی تربیت کے لیے جس طرف توجہ کی ضرورت ہے وہ اس کے ماحول کی اصلاح ہے اور اس ماحول میں سب سے زیادہ اہم مقام خود آپ کو اور بچے کے باپ کو حاصل ہے ۔ بچے کی خاطر آپ کو اپنا مزاج بدلنا ہوگا ۔ غصے کی بات چیت ۔ چھوٹوں کے ساتھ حقارت کا برتاؤ ، بدزبانی ، نوکروں کے ساتھ سخت کلامی ، بات بات پر چڑچڑاپن اور سب سے زیادہ خود بچے کے ساتھ بدمزاجی کا برتاؤ ۔ یہ سب باتیں بچے کی اخلاقی تربیت کے لیے زہر ہیں ۔ اب آپ اندازہ لگایئے کہ اس بارے میں آپ کا کام کس قدر سخت ہے ۔ یوں سمجھیے کہ بچے کی خاطر خود اپنے آپ کو بدلنا ہوگا اور قدم قدم پر اپنے ہر کام کی سخت نگرانی کرنا ہوگی ۔

بچے کو جھوٹ کی عادت نہ پڑے ——— اس کے لیے بڑی بڑی نصیحتیں اور ہر وقت کی تنبیہ اور نگرانی کام نہ دے گی بلکہ آپ کو ہر موقع پر یہ ثبوت دینا پڑے گا کہ آپ خود بالکل جھوٹ نہیں بولتی ہیں ۔ حد یہ کہ جھوٹ موٹ بھی کوئی جھوٹ آپ کے منہ سے سنائی نہ دے ۔ بچوں کو بہلانے کے لیے ، انہیں چپ کرنے کے لیے یہ جو بات بات پر کہا جاتا ہے ۔ " رو مت ہم تمہیں چیز دیں گے " " دیکھو وہ کون آیا " " ہائیں اسے نہ چھونا ابا ماریں گے " " خبردار باہر نہ جانا پکڑنے والا بیٹھا ہے " اسی طرح کی بے شمار باتیں صبح سے شام تک بچوں کے سامنے ہوا کرتی ہیں اور ایسی باتیں کرنے والے بچوں کے یہ نادان دوست بالکل نہیں جانتے کہ وہ انہیں جھوٹ کی تعلیم دے رہے ہیں ۔ آپ کو سخت

نگرانی کرنا ہوگی کہ اس طرح کی باتیں نہ آپ کے منہ سے نکلیں اور نہ دوسرے لوگ بچوّں کے سامنے اس طرح کی گفتگو کریں۔

اس کے بعد جب بچہّ بولنے اور سمجھنے کے لائق ہو جائے تو آپ اس کے دل میں خُدا کا تصوّر، اس کے خالق اور مالک ہونے پر ایمان اور اس کے سُننے اور جاننے کی صفات کا زندہ یقین پیدا کرنے کی ذمّے دار ہیں۔ کچھ اور بڑا ہونے پر رسولِ خدا کی ذات کا تعارف، ان کی عظمت اور بڑائی کا صحیح تصورّ، انبیاء علیہم السّلام کی باتیں، ان کے کام، انسانی تاریخ میں ہدایت قبول کرنے اور گمراہی اختیار کرنے کے نتائج آپ بڑی آسانی سے ہلکی پھُلکی باتوں کے ذریعہ اُن کے دلوں میں اُتار سکتی ہیں۔ بزرگانِ دین کی زندگی کے صحیح واقعات، اسلام کی خاطر جینے اور مرنے کی جدّوجہد کی داستانیں سُنا کر آپ اُن کے دلوں کو بڑی آسانی سے گرما سکتی ہیں۔ خدا اور اس کے رسول ؐ کی محبّت، ثواب اور عذاب کا تصوّر، آخرت کی کامیابی کی دُھن، غرض یہ کہ اسلامی انقلاب کی مکمّل رُوح جس آسانی سے آپ اُن کے دلوں میں پیدا کر سکتی ہیں وہ کسی اور طرح ممکن نہیں، آپ کی سیدھی اور سادہ باتیں دلوں پر جس قدر گہرا نقش بٹھا سکتی ہیں وہ بڑے ہو کہ بڑی بڑی کتابوں اور بڑی بڑی فلسفیانہ دلیلوں سے بھی قائم نہیں ہو سکتا۔

آپ کے کاموں میں سب سے اہم کام اپنے بچوّں کی صحیح تربیّت ہی ہے، یہ کام اتنا ضروری اور اتنا اہم ہے کہ اس کے مقابلے میں مردوں کے وہ سب کام جو وہ تبلیغ اسلام اور اقامتِ دین کے سلسلے میں گھروں سے باہر کرتے ہیں شاید

ہی کچھ زیادہ وزن رکھتے ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ کسی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کس قدر دشوار ہوتی ہے۔ اور اگر اس کام کو انتہائی صبر اور انتہائی دانش مندی سے نہ کیا جائے تو اکثر اس میں مایوسی ہی ہوتی ہے۔ پچھلے دَور میں مسلمانوں کی اصلاح کی بہت سی کوششیں بے کار ہو چکی ہیں جس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ کام کرنے والوں میں صبر کی کمی تھی۔ اور ان کے نزدیک اصلاح کے پروگرام میں تربیت کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی ——— کسی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے جو کام کیا جائے اس میں بڑوں کے ساتھ نئی نسل کی صحیح تربیت پر پُوری توجہ دینا بہت ہی ضروری ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑوں کی اصلاح سے مایوس ہو کر صرف نئی پود ہی کی اصلاح سے ساری امیدوں کو وابستہ کرنا پڑتا ہے۔ ہماری نئی نسلیں اس لحاظ سے بڑی بدقسمت ہیں کہ ان کے گھروں میں اور گھروں سے باہر مدرسوں، محلوں اور شہروں میں اب نہ قرآن کی آوازیں کانوں میں آتی ہیں اور نہ نمازوں، روزوں اور دوسرے دینی مشاغل کے وہ مناظر سامنے آتے ہیں جو اب سے پہلے کافی عام تھے۔ اب وہ اپنی آنکھوں سے نہ گھر والوں کو نمازوں کا پابند دیکھتے ہیں نہ کسی دوسری جگہ ہی ان کو ایسی صحبتیں میسّر آتی ہیں جہاں وہ دین کا اثر قبول کر سکیں۔ آئندہ چل کر جب زندگی کے کاروبار کی باگ ڈور ان نسلوں کے ہاتھ میں آئے گی تو آپ خود ہی فیصلہ کر سکتی ہیں کہ ان میں اسلام کا رنگ کس طرح آ جائے گا۔
اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ کے گھروں کی چار دیواری میں، آپ کے روزمرہ کے رہن سہن میں اور گھروں سے باہر زندگی کے روزانہ کاموں میں اسلام

کس طرح نمودار ہو اور ہماری نسلیں کس طرح اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا محسوس کریں۔ آپ کے بچّے اُسے دیکھیں اور اس کا اثر قبول کریں۔

بچّوں کی تربیت کے لیے یہ بات انتہائی مفید ثابت ہو گی کہ آپ کی اور آپ کے گھر کے دوسرے رہنے والوں کی زندگیاں زیادہ سے زیادہ اسلامی زندگی کا نمونہ ہوں۔ آپ کے بچّوں کے کانوں میں بار بار قرآن کی آواز پڑے۔ وہ آپ کو اور دوسرے گھر والوں کو پانچوں وقت پابندی اور شوق سے نماز پڑھتا ہوا دیکھیں۔ وہ اپنی فطرت کے مطابق اپنے بڑوں کی تقلید کریں اور انہیں نماز پڑھتا دیکھ کر خود بخود اُن کی نقل اُتاریں۔ وہ توحید کا پیام سُنیں، اللہ تعالیٰ کی صفات بار بار اُن کی ذہن نشین کرائی جائیں۔ آخرت کی زندگی کا تصوّر ان کے دل و دماغ پر نقش ہو جائے۔ وہ زندگی کی حقیقت اور اس کے بعد آنے والی زندگی کی اصل کامیابی کے راز سے باتوں باتوں میں آگاہ ہو جائیں۔ وہ رسالت کا مدعا جان جائیں۔ پیغمبر اسلام کی تعلیمات کی قدر و قیمت ان کے دل میں بیٹھ جائے۔ وہ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام نامی بار بار سُنیں اور ان کے دلوں میں آپؐ کی ذات گرامی سے عقیدت اور محبّت پیدا ہونے لگے۔ ان میں نیکی اور بدی کی تمیز کا مادّہ پیدا ہو جائے۔ وہ نیکی پر خود عمل کرنے لگیں اور دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کر سکیں وہ بُرائی سے خود بچیں اور دُوسروں کو بچانے کا خیال رکھیں۔ جنّت اور دوزخ کا تصوّر ان کے سامنے زندہ حقیقت بن کر آنے لگے۔ یہاں تک کہ ان عقائد اور تصوّرات کا اثر ان کے مشاغل میں محسوس ہونے لگے۔ اور خدا کو راضی کر لینے اور اس کی

Marfat.com

خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ان کے دلوں کو گرمانا شروع کر دے۔

یہ ہیں وہ ذمے داریاں جو آپ کو اپنی اولاد کے سلسلے میں ادا کرنی ہیں۔ آپ کے بچے اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہیں جو اس لیے آپ کے سپرد کیے گئے ہیں کہ آپ انہیں پال پوس کر اس حال میں بڑا کریں کہ وہ اپنے مالک کو پہچانتے ہوں اس کی خوشی اور ناخوشی کا قدم قدم پر خیال رکھتے ہوں اور اس قابل ہوں کہ جب بڑھ کر وہ زندگی کا کاروبار سنبھالیں تو اللہ کی زمین کو نیکیوں اور بھلائیوں سے بھر دیں۔ اور ہر قسم کے فساد، خون ریزی، جنگ اور اللہ کی بغاوت سے زمین کو پاک کر دیں۔ آپ کے بچے اگر آپ انہیں اللہ کا مسلم (تابعدار) بنا کر اُٹھائیں، آپ کے لیے خیر جاریہ ہیں۔ ان کے دم سے جب تک دنیا میں نیکیوں کے پھیلنے اور بُرائیوں کے دبنے کا سلسلہ جاری رہے گا آپ کو اس کا اچھا بدلہ ملتا رہے گا۔ آپ ہی بتائیے کہ اللہ پر ایمان لانے اور آخرت پر یقین رکھنے کے بعد اس سے اچھا سرمایہ اور کیا ہو سکتا ہے جس کی آپ تمنا کریں۔

یہ تو وہ صورت ہے جس میں آپ کی اولاد آپ کے لیے نعمت اور ہمیشہ کی زندگی کے لیے ایک بہترین سرمایہ ثابت ہو سکتی ہے لیکن اگر خدانخواستہ آپ نے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برتی اور اپنی اولاد کو اسی "خودرو" طریقہ پر پرورش ہونے دیا جو آج کل بہت عام ہے تو یقین رکھیے کہ آپ کے اس سرمایہ کو شیطان کے ایجنٹ لوٹ لے جائیں گے جو ہر وقت اسی گھات میں لگے ہوتے ہیں۔ پھر آپ کی اولاد خدا کی باغی بن کر اُٹھے گی۔ اللہ کی زمین میں ظلم اور فساد کا عَلَم بلند کرے گی اور ایسی صورت میں اُس کے دم سے

Marfat.com

جتنی بُرائیاں پھیلیں گی ان سب میں آپ بھی حصّہ دار ہوں گی اور خدا محفوظ رکھے، پھر یہی اولاد آپ کے لیے دائمی عذاب کا موجب ہو گی، آپ کی اولاد آپ کے لیے نعمت بھی بن سکتی ہے اور عذاب بھی، اور یہ سب کچھ آپ کی اس تربیت پر موقوف ہے جو آپ اپنے بچّوں کو دے سکتی ہیں۔

مردوں کی اِصلاح

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بہت سے مردوں کی زندگیاں شادی کے بعد بہت کچھ بدل جاتی ہیں۔ ایسے لوگ جو شادی سے پہلے بڑے یار باش اور بے فکروں کی پارٹی کے رُوحِ رواں ہوتے ہیں شادی کے بعد زیادہ سنجیدہ اور تنہائی پسند ہو جاتے ہیں اور "یاروں" کی کوشش کے باوجود ان سے کچھ الگ ہی رہنے لگتے ہیں، بہت سے لوگ بالکل سادہ زندگی کے عادی معلوم ہوتے ہیں لیکن شادی ہوتے ہی ان کا رنگ بدلنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ نزاکت و لطافت اور ذوقِ آرایش کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو ہر وقت تاش، شطرنج، شکار، گپ بازی، سیاحی وغیرہ کاموں کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اپنے ان سب مشغلوں سے بیزار ہو جاتے ہیں اور وہی دوست جو کبھی ان کی اس انتہا سے زیادہ بڑھی ہوئی لَت کے خلاف نصیحت کرتے کرتے مایوس ہو چکے تھے ان کے حال کی تبدیلی پر تعجّب کرنے لگتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ عورتوں کا خاصا اثر مردوں پر پڑتا ہے اور اکثر یہ اثر اتنا زبردست ہوتا ہے کہ اس کے نتائج دیکھ کر بہت تعجّب ہوتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت جب زندگی بھر ساتھ رہنے کے اقرار کے ساتھ مِل جُل کر رہنا بسنا شروع

کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا اثر بڑی تیزی سے قبول کرتا ہے۔ اس موقع پر اگر آپ کے سامنے زندگی کا ایک سوچا سمجھا نقشہ موجود ہو اور آپ نے اپنی زندگی کے لیے جو رویّہ پسند کیا ہو اسے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہو تو یہ بہت مشکل ہے کہ آپ مرد کا اثر قبول کر کے اپنے اس رویّہ سے ہٹ جائیں۔ البتہ یہ بہت زیادہ ممکن ہے کہ ایسی صورت میں مرد پر آپ کے خیالات کا اثر پڑنے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے مزاج میں تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جائیں۔ مردوں کی اصلاح آپ کے کام کرنے کا ایک میدان ہے اس میدان میں آپ کے سامنے صرف شوہر ہی نہیں، بلکہ شوہر، بھائی، باپ، بیٹے اور سب ایسے مرد شامل ہیں جن کے ساتھ آپ خاندانی زندگی بسر کرتی ہیں اور جو آپ سے براہِ راست اثر قبول کر سکتے ہیں۔ آپ انہیں بلا جھجک مناسب طریقے پر اسلامی زندگی کی طرف بُلائیں۔ آپ اس غلط فہمی میں ہرگز نہ رہیں کہ آپ مردوں پر اثر نہیں ڈال سکتیں۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ آپ کے اثرات مردوں پر کس قدر گہرے اور کس قدر غیر محسوس ہوتے ہیں۔ آپ تسلیم کریں گی کہ شادی، غمی وغیرہ کی تقریبات میں جب آپ چاہتی ہیں تو مردوں سے وہ تمام فضول رسمیں کرا ہی لیتی ہیں جن کے ترک کر دینے کے لیے مرد معلوم نہیں کتنے ارادے کر چکے ہوتے ہیں۔

اگر آپ میں اسلام اور غیر اسلام کی تمیز اچھی طرح پیدا ہو جائے اور آپ یہ کہنے لگیں کہ آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور دُوسرے بزرگانِ دین جیسی شکلیں پسند ہیں اور کرزن، چرچل، ٹرومین اور اسٹالن جیسے

چہرے آپ کو نہیں بھاتے ——— تو آپ دیکھیں گی کہ کتنے نوجوانوں کی شکلیں خود بخود بدلنا شروع ہو جائیں گی ہمارے سامنے بہت سی مثالیں ہیں کہ کتنے ہی نوجوان داڑھی کے معاملہ میں اسلام کے حکم کو جان لینے کے بعد یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ وہ شریعت ہی کے منشاء کے موافق عمل کریں گے لیکن چونکہ ان کی بیویوں پر اس کی اہمیت واضح نہیں ہوتی اس لیے محض ان کی ناپسندیدگی ان کے کمزور ارادے کو بار بار توڑ دیتی ہے اور وہ اس وقت تک یہ جرأت نہیں کر پاتے جب تک کہ ان کے ارادے میں اتنی قوت پیدا نہ ہو جائے کہ وہ مخالفت کی پروا کیے بغیر بھی کچھ کام کر سکیں۔ کتنے واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ بہت سے نوعمروں کو اپنی ہونے والی شادیوں سے محض داڑھیوں کی خاطر ہاتھ دھونا پڑے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ گھریلو زندگی میں غیر اسلامی مغربی طرز زندگی کو ناپسند کریں۔ اور اس کے مقابلے میں اسلامی طرزِ زندگی کو پسند کریں جس میں نماز ہو، روزہ ہو، پرہیزگاری ہو، حسنِ اخلاق ہو، خدا کا خوف ہو، اسلامی آداب و تہذیب کا لحاظ ہو تو آپ دیکھیں گی کہ آپ کے مردوں کی زندگیاں بدلنا شروع ہو جائیں گی اور رفتہ رفتہ آپ کا ہی پسندیدہ رنگ غالب آنا شروع ہو جائے گا۔ آپ اگر مردوں کو صاف صاف بتا دیں کہ حرام ذریعہ سے کمائی ہوئی دولت سے جو عیش و آرام مل سکتے ہیں اور رشوت اور خیانت کے بل پر جو ٹھاٹھ جمائے جا سکتے ہیں ان کے بدلے میں آپ کو حلال کمائی سے بسر ہونے والی سادہ زندگی زیادہ پسند ہے اور آپ کوٹھیوں کے بدلے جھونپڑے اور مرغن غذاؤں کے بدلے روکھے سوکھے ٹکڑے ہی پسند کرتی ہیں، تو آپ

Marfat.com

خود اندازہ کر لیں گی کہ آپ کے مردوں کی حرام خوری اور رشوت میں کمی آنا شروع ہو جائے گی۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ جب آپ دولت اور عیش و آرام کے اسباب کو دیکھ کر اپنی خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کرتی ہیں، چاہے یہ اظہار کتنا ہی خاموش ہو تو زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لیے مرد کے حوصلے اور ارادے کتنے بڑھ جاتے ہیں اور وہ حرام اور حلال کی قیدوں کو توڑ کر کتنی بیباکی سے دولت سمیٹنا شروع کر دیتا ہے اور اسی طرح جب مرد حرام ذریعوں کو چھوڑنا شروع کرتا ہے اور اس کی آمدنی گھٹنے لگتی ہے تو یوں چاہے آپ زبان سے کچھ نہ کہیں لیکن صرف آپ کا ناک بھوں سکیڑنا اور کبھی کبھی جھنجھلاہٹ کا اظہار کر دینا اس کے ارادوں کو کس قدر کمزور کر دیتا ہے اور وہ کس طرح سنبھل سنبھل کر اس وقت تک پستا ہی رہتا ہے جب تک کہ اس کے ارادہ کی قوت اتنی نہ ہو جائے کہ وہ آپ کی کھلی ہوئی مخالفت کا بھی مقابلہ کر سکے۔

یہ اور اسی طرح کی دوسری باتوں کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ بات یقینی طور پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ عورتوں کو مردوں کی زندگی پر اثر ڈالنے کا بہت بڑا موقع حاصل ہے اور وہ برابر اپنا اثر ڈالا بھی کرتی ہیں لیکن چونکہ عورتوں کو معلوم نہیں کہ وہ اپنی اس قوت کو کس جگہ کام میں لائیں۔ اس لیے یہ قوت بھی بیجا صرف ہوتی رہتی ہے۔ اب وہ عورتیں جن کو اسلام کے تقاضے معلوم ہو جائیں اور جو اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے لیے اس زندگی میں کچھ کام کرنے کا فیصلہ کر لیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اصلاح کی اس

Marfat.com

مہم کو لے کر اُٹھیں ۔ اگر وہ سلیقے اور سمجھ کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیں تو یقیناً وہ اپنے اعزہ، اقربا اور خاندان کے لوگوں کی حالت بہت جلد تبدیل کر سکتی ہیں ۔ وہ اپنے اور اپنے ملنے والوں کے گھرانوں کو بہت سی خرابیوں سے پاک کر سکتی ہیں ۔ اور اپنے اور اپنے ملنے والوں کے خاندانوں میں بہت جلد ایسے لوگ تیار کر سکتی ہیں جو پُوری پُوری اسلامی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر لیں ۔

مردوں کی مدد

اگر خوش قسمتی سے آپ کے گھر کے مردوں میں سے کسی نے اسلام کو سچ مچ اپنا دین بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اپنی پوری زندگی میں اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو آپ اس کے راستے کا پتھر نہ بنیں ۔ بہت ممکن ہے کہ اس فیصلے کے بعد اس اللہ کے بندے کو دولت کمانے کے بہت سے ذریعوں سے ہاتھ اُٹھا لینا پڑے صرف حلال کمائی حاصل کرنے کی کوشش میں اُس کی آمدنی ایک دم گھٹ جائے، اللہ کے احکام کی پابندی کی وجہ سے وہ بہت سے ایسے کام نہ کر سکے جو باپ دادا سے ہوتے چلے آئے ہوں، وہ بہت سی ایسی رسموں کو ترک کرنا چاہتا ہو جو بلا وجہ خاندانی شریعت کا درجہ اختیار کر چکی ہوں ۔ ان سب صورتوں میں آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کی مدد کریں ۔ حلال ذریعہ سے کمائی ہوئی کم سے کم رقم میں تنگی اور تکلیف برداشت کر کے گزر کریں ۔ اس کی ہمت بندھائیں تکلیفوں میں اس کا ساتھ دیں ۔ سختیاں جھیلنے کے لیے اس کے اندر حوصلہ پیدا

Marfat.com

کریں۔ خود ہر قسم کی مصیبت برداشت کرنے کے لیے تیار رہیں ۔ بے جا نام ونمود کی خاطر فضول خرچیوں کو بند کر دیں۔ غلط رسم ورواج کی پابندی کو اپنے لیے اور اس کے لیے مصیبت نہ بنائیں۔ غیر ضروری باتوں کو ترک کرنے میں تکلیف کے بدلے خوشی محسوس کریں۔ زیادہ سے زیادہ سادہ زندگی اختیار کریں۔

کسی مسلمان کے لیے اس زندگی کی سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایسے کام کرے جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور جن کے بدلے اسے ہمیشہ رہنے والی زندگی میں کامیابی میسر آسکے۔ اب اگر کسی شخص کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس دولت کو کمالے تو آپ اس کا راستہ نہ روکیں اور اس کو راستے سے ہٹانے کا باعث نہ بنیں ——————

اگر آپ کی کسی خواہش کی تکمیل کے لیے یا آپ کے کسی خاموش تقاضے کے پورا کرنے کے لیے اس کا قدم اس راہ سے ڈگمگا گیا تو آپ اس کے حق میں تو دشمنی کریں گی ہی اپنے لیے بھی کانٹے بوئیں گی۔ آخر آپ کو بھی تو اپنے کاموں کا حساب اپنے مالک کو اسی طرح دینا ہے جس طرح اسے دینا ہے۔ کیا آپ تیار ہیں کہ وہاں کسی شخص کو اللہ کی راہ سے روکنے کا وبال آپ کو بھگتنا پڑے۔

اقرباء کے حقوق

اولاد کی صحیح تربیت کے بعد معاشرے کی اصلاح کا کام عزیزوں اور رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی سے شروع ہوتا ہے۔ کوئی ایسا معاشرہ جس میں لوگوں کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہونے کے بجائے کٹے ہوئے ہوں اور جس میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھی اور غم کے شریک نہ ہوں کبھی بھی

کامیاب نہیں ہو سکتا۔ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہر اینٹ کا دوسری اینٹ کے ساتھ جڑا ہونا ضروری ہے۔ جب تک اینٹ کا تعلق اینٹ کے ساتھ مضبوط نہ ہوگا دیواروں کا آپس کا تعلق یا ان کا چھتوں کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ جڑا ہونا کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ یہی حال معاشرے کا ہے ـــــــ تعلّقات کی اصلاح کے لیے سب سے پہلے عزیزوں اور رشتے داروں کے تعلّقات کی مضبوطی ضروری ہے۔ اسلام نے ذوی القربا یعنی رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھنے کی بہت سخت تاکید کی ہے۔ ماں، باپ، بھائی، بہن اور سسرال کے تعلق سے جو لوگ رشتہ دار ہوں اسلام ان سب کو ایک دوسرے کا ہمدرد، مددگار اور ساتھی دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن پاک میں رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی بہت تاکید ہے۔ حدیث شریف میں صلہ رحمی پر بہت زور دیا گیا ہے ـــــــ اس معاملے میں عورتوں کو مردوں سے کہیں زیادہ دخل حاصل ہے۔ آپس کے تعلقات کو بنانے یا بگاڑنے میں عورتوں کو بہت اہمیّت حاصل ہے۔ آپ اگر غور کریں گی تو ضرور یہ بات مان لیں گی کہ ہماری موجودہ معاشرت میں جو کمی اس بارے میں پائی جاتی ہے اس کی بہت زیادہ ذمّے داری خود آپ پر ہے۔ آپ کا ایک بہت بڑا کام یہ بھی ہے کہ آپ گھر کی فضا میں زیادہ سے زیادہ یک دلی، محبّت اور تعلّقات کی خوشگواری پیدا کریں۔ اپنی گفتگو، طرزِ عمل اور معاملات سے ان باتوں کو چُن چُن کر دُور کریں جو تعلّقات کے بگاڑ کا باعث ہوتی ہیں۔ اس بارے میں آپ کو نہایت ہوشیاری اور حکمت کے ساتھ دُوسرے لوگوں کو کچھ باتوں کی تلقین بھی کرنا ہوگی اور خود

Marfat.com

اپنی زندگی سے ایک بہتر نمونہ بھی پیش کرنا ہوگا۔

پڑوسی کے حقوق

اقربا کے بعد اسلام پڑوسیوں کے حقوق پر زور دیتا ہے۔ قرآن کی رو سے ہمسایوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک رشتہ دار ہمسایہ، دوسرا اجنبی ہمسایہ اور تیسرا عارضی ہمسایہ جس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے یا سفر کرنے کا اتفاق ہو۔ اسلامی احکام کی رو سے ان سب کے ساتھ ہمدردی اور نیک سلوک کرنا ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مجھے پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ میں خیال کرنے لگا کہ کہیں اب اسے وراثت میں شریک نہ بنا دیا جائے"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا "وہ شخص مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو"۔ ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ "وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جو آپ تو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی اس کے برابر بھوکا رہ جائے"۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت نمازیں تو بہت پڑھتی ہے، روزے بھی رکھتی ہے اور خوب خیرات کرتی ہے لیکن اس کی بدزبانی سے اُس کے پڑوسی عاجز ہیں۔ آپ نے فرمایا "وہ دوزخی ہے"۔ لوگوں نے عرض کیا ایک دوسری عورت ہے جس میں یہ خوبیاں تو نہیں ہیں مگر وہ پڑوسیوں کو ستاتی نہیں ہے۔ فرمایا "وہ جنتی ہے"۔ غرض یہ کہ اسلام ان سب لوگوں کو جو ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں آپس میں ہمدرد، ایک دوسرے کے مددگار اور خوشی اور غم میں شریک دیکھنا چاہتا ہے اسلام ان کے درمیان ایسے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے کہ وہ سب ایک دوسرے پر بھروسا کریں اور ہر ایک دوسرے کو اپنا مددگار اور ہمدرد جانے۔ اس حکم کو بجالانے میں بھی عورتوں کو جو

Marfat.com

دخل حاصل ہے اس کا اندازہ آپ اچھی طرح کرسکتی ہیں ۔ پڑوسی کے تعلقات کی خوشگواری کا دارومدار بھی بڑی حد تک خود آپ پر ہی ہے ۔ آپ اگر چاہیں تو بگڑے ہوئے دلوں میں بھی میل اور محبّت کی راہیں پیدا ہوسکتی ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پڑوس کے جھگڑوں میں سے بہت سے جھگڑے صرف عورتوں ہی کی غلطیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں ۔ بہ بات بات پرُ نکا فضیحتی ، بچّوں کے پیچھے آئے دن کی دل بُرائیاں معمولی معمولی باتوں پر تعلّقات کی خرابی جس کے نتیجے میں پھر مردوں کے دلوں میں بھی غبار بھر جاتا ہے ، آخر اس کی ذمہ داری کس پر ہے ؟ سچ تو یہ ہے کہ پڑوسی کے ساتھ اسلامی تعلقات پیدا کرنے میں جو کام آپ کرسکتی ہیں مرد نہیں کرسکتے ۔ ان تعلّقات کو بہتر بنانے کے لیے آپ :۔

۱۔ بچّوں کی لڑائی کو اپنی لڑائی کا سبب نہ بنایئے ، بچّوں کی لڑائی دراصل لڑائی نہیں ہوتی وہ اسی طرح لڑتے اور ملتے رہتے ہیں ۔

۲۔ اپنے بچّوں کی خطاؤں کو درست ثابت کرنے کی کوشش نہ کیجیے اور نہ ان کی شرارتوں کے لیے ان کی وکالت کیجیے ۔ اس طرح آپ اپنے بچّوں کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی کرتی ہیں اور پڑوسی سے جو تعلّقات خراب ہوتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں ۔

۳۔ حالات کو درست کرنے کے لیے پڑوسن کے رویّہ کو شرط نہ بنایئے ۔ اکثر اصلاح کے ارادے اس لیے سرد پڑ جاتے ہیں کہ ہماری بہنیں یہ سوچ لیتی ہیں کہ ہم اکیلے کیا کریں ، ہماری پڑوسن بھی تو ان باتوں کا دھیان رکھے آپ اگر اللہ کی رضا چاہتی ہیں اور اپنے بچّوں کی اصلاح آپ کو عزیز ہے تو آپ ہر حال میں پڑوسن کے ساتھ اچھا ہی سلوک

Marfat.com

کریں اور اس کی زیادتیوں کو بھی برداشت کرلیں ورنہ اصلاح کی کوئی صورت کیسے پیدا ہوسکے گی ؟ معاملہ یُوں ہی ایک دوسرے پر ٹلتا رہے گا۔ آپ کچھ دن اپنی پڑوسن کی زیادتیاں برداشت کریں، اپنے بچوں کو باوجود مظلوم ہونے کے تنبیہ کریں، اور پڑوسن کے بچوں کے ساتھ ہمدردی برتیں، اُس کے دُکھ درد میں شرکت کریں اور یہ سب کام صرف اللہ کو راضی کرنے کے خیال سے کرتی رہیں تو آپ دیکھیں گی کہ حالات کچھ سے کچھ ہو جائیں گے لیکن صبر شرط ہے۔ ایک بات ہر وقت سامنے رکھیے کہ آپ کو اپنے کسی اچھے سلوک کا بدلہ اپنے پڑوسی سے نہیں لینا ہے، آپ کا بدلہ اللہ دے گا۔ اور وہی دے سکتا ہے۔ یہی خیال آپ کو نیکی پر مستقل طور سے جما سکتا ہے۔

Marfat.com

(۴)

دعوت و تبلیغ

ایک کاشت کار جب بیج بونے کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے وہ زمین کی تیاری شروع کرتا ہے ۔ زمین کی تیاری کے بغیر جو بیج بویا جاتا ہے وہ بے کار جاتا ہے اور کاشت کار کے حصے میں سوائے مایوسی اور محرومی کے کچھ نہیں آتا ۔ دلوں میں نیکی کا بیج بونا ، خدا کی اطاعت اور اس کے دین کی پیروی کے لیے لوگوں کو تیار کرنا کاشت کار کے کام سے کہیں زیادہ مشکل ہے ۔ یوں تو بہت سے لوگ ہیں جو دوسروں کو اچھی باتیں بتاتے ہیں ۔ لوگوں کو دین کے راستے پر لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان میں بہت ہی کم لوگ ایسے نکلیں گے جو اس کام کو سلیقے سے کرنا بھی جانتے ہوں ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں اور انہیں سیدھے راستے کی طرف بُلاتے رہتے ہیں لیکن ایک کان سُنتے ہیں اور دُوسرے کان اُڑا دیتے ہیں ، کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ نیک باتیں بتانے والے خود ہی مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اُن پر ایک خاص قسم کی جھنجھلاہٹ سوار ہو جاتی ہے ۔ یہ حال تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو صرف

خدا کے لیے بغیر کسی لالچ کے اس کام کو کرنے کے لیے اٹھتے ہیں۔ رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے وعظ و نصیحت کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے تو ان کے لیے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ لوگوں پر کیا اثر ہو رہا ہے، انہیں تو اپنی مزدوری سے کام۔ اس طرح دعوت و تبلیغ کا کام مدتہم ہوتے ہوتے تقریباً مٹ سا گیا ہے اور اب تو یہ حال ہے کہ عام لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ ان پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں تو یہ بات انہیں عجیب سی معلوم ہوتی ہے، حالانکہ اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد اپنی ڈیوٹی کے لحاظ سے اس کسان کی مانند ہے جسے دنیا میں نیکی کا بیج بونے اور برائیوں کے جھاڑ جھنکاڑ کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ چونکہ اللہ کے ان "سپاہیوں" نے اپنی ڈیوٹی سے منہ موڑ لیا ہے اسی لیے دنیا میں نیکیاں مٹ رہی ہیں اور برائیاں پھیل رہی ہیں، نیکی کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا جتنا اہم فریضہ ہے اتنا ہی یہ کام نازک بھی ہے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے کچھ ضروری آداب ہیں اگر ان کا خیال رکھے بغیر یہ کام یوں ہی شروع کر دیا جائے تو نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔

ابتدائی تیاری

اس کام کے شروع کرنے سے پہلے کچھ ابتدائی تیاری کی ضرورت ہے۔ بالکل اسی طرح کی تیاری جیسی ایک کاشت کار بیج بونے سے پہلے زمین کو تیار کرتا ہے۔ گھریلو فضا میں اس کام کو شروع کرنے سے پہلے کی تیاری یہ ہے کہ گھر کے لوگوں سے آپ کے عام تعلقات اچھے ہوں۔ ہمارے گھروں کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اکثر ایک گھر کے رہنے بسنے والوں کے دل ایک دوسرے سے صاف نہیں ہوتے،

چھوٹی چھوٹی اور نہایت معمولی باتوں کی وجہ سے دلوں میں ایک قسم کا کھنچاؤ ہو
ہے، کچھ غلط فہمیاں ہوتی ہیں، کچھ بدگمانیاں ہوتی ہیں، غرض یہ کہ خلوص اور محبت
کے بدلے کچھ شکوے شکایات ہوتے ہیں۔ ایسی فضا میں جو بات بھی کہی جا
گی یا تو اس کا وہ اثر نہ ہوگا جو ہونا چاہیے یا پھر بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کی
وجہ سے کچھ اُلٹا اثر ہونے لگے گا۔ یہ پہلو بہت ہی نازک ہے۔ اس کی طرف توجہ
دیئے بغیر کچھ کام کر لے جانا آسان نہیں۔

جب کسی کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی حد تک اپنے قریبی دائرے
میں اللہ کے دین پر عمل کرانے اور نیکیوں پر اُبھارنے کے لیے لوگوں کو متوجہ
کرے تو اُس کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ ان لوگوں سے اپنے تعلقات کو زیادہ سے
زیادہ خوشگوار بنائے۔ اگر اس کے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل ہے تو اُسے
دُور کرے۔ اگر اسے اس کا اندازہ ہے کہ کسی اور کے دل میں اس کی طرف سے کوئی
شکایت ہے تو اُسے دُور کرنے کی کوشش کرے بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کی
موجودگی میں اچھی سے اچھی بات بھی بے وزن ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ کا سب
سے پہلا کام یہی ہے کہ آپ اپنے قریبی ماحول میں اپنے تعلقات کو انتہائی
خوشگوار بنانے کی کوشش کریں۔ آپس کی شکر رنجیاں دُور کریں۔ اگر آپ کو کسی
کا کوئی حق دینا ہے تو بلا تامل فوراً ادا کر دیں اگر نہ ہو سکے تو اس سے معاف کرالیں۔
آپ نے کسی کا دل دُکھایا ہے، یا اُس کو کوئی شکایت کا موقع دیا ہے تو اب اُس سے
معافی مانگ لیں، اور آیندہ کے لیے اپنے رویّے کو درست رکھنے کا اسے اطمینان
دلائیں۔ پوری کوشش کیجیے کہ آپ زیادہ سے زیادہ ہر دل عزیز ہو سکیں۔ اس

Marfat.com

مقصد کے لیے دوسروں کی جائز خدمت سے جی نہ چرائیے ۔ خوش خلقی کو اپنی عادت بنا لیجیے ۔ اگر خدانہ کرے منہ بنا کر یا تیوری پر بل ڈال کر بات کرنے کی عادت ہو تو ہنس مکھ رہنے کی کوشش کیجیے ۔ دل کی ان بیماریوں کا پتہ چلایئے جن کی وجہ سے انسان کج خلق اور بدمزاج ہو جاتا ہے ۔ کوئی دل جس میں اللہ کی یاد، اس کی صفات کا تصور اور آخرت کی کامیابی کی امنگ موجود ہو ۔ حسد، بغض، کینہ اور غصہ جیسی بیماریوں کا گھر نہیں بن سکتا ۔ اندرون کو صاف کیجیے تو انشاء اللہ باہر بھی چمک پیدا ہو جائے گی ۔ صرف اوپری ملمع زیادہ دیر نہیں چلتا، بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے ۔

دوسروں کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کے لیے میٹھی زبان اور نرم گفتگو بہت کارگر ہوتی ہے ۔ دوسروں کے بچوں کے ساتھ خاص طور پر محبت سے پیش آیئے، بچوں کے ساتھ شفقت ان کی ماؤں کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کے لیے بے حد مفید ثابت ہو گی ۔ غرض یہ کہ یہ اور اسی طرح کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کی مدد سے آپ لوگوں کے دلوں کی زمین کو اس نیکی کا بیج بونے کے لیے تیار کر لیں گی جو آپ کو بونا ہے ۔

صحیح موقع کی پہچان

زمین کی تیاری کے بعد دوسرا اہم کام مناسب موسم کی پہچان ہے ۔ جو بیج غلط موسم میں بویا جائے گا وہ زمین کی تیاری کے باوجود کامیابی کے ساتھ پھل پھول نہ لا سکے گا ۔ نیکی کا بیج بونے کے لیے بھی مناسب وقت اور مناسب موقع کی پہچان نہایت ضروری ہے ۔ جو بات کسی غلط موقع پر کہی جاتی ہے وہ چاہے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اکثر بے اثر ہو جاتی ہے ۔ اس کے لیے آپ کو موقع پہچاننے کی

Marfat.com

ضرورت ہے۔ آپ نے اندازہ کیا ہو گا کہ جب لوگ کسی مشغلے میں پوری پور
دلچسپی لے رہے ہوں اگر اس موقع پر کوئی ان کو اس کام کی برائیاں گنانے لگے
وہ ہرگز اس کی بات پر کان نہ دھریں گے بلکہ اُلٹا ان کے اندر ضد کا مادّہ اُبھر آئے
ایک سمجھ دار آدمی ایسے موقع پر اپنی بات کہہ کر بے کار نہ کرے گا بلکہ وہ اس وق
کا منتظر رہے گا کہ جب لوگ اس کی بات سُننے کے لیے کچھ تو تیار ہوں۔ اللہ تع
کا ارشاد ہے :۔

"جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیتوں پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو اس وقت ان کے منہ نہ لگو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں (اس وقت مناسب طریقے سے انہیں بات سمجھانے کی کوشش کرو)۔" (سورۃ انعام آیت ۶۸)

مناسب وقت کے انتخاب کے بعد دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ بات کس ڈھنگ
سے کہی جائے۔ وہی بات اگر ڈھنگ سے کہی جائے تو اثر کرتی ہے لیکن اگر اسے
بے ڈھنگے اور بھونڈے طریقے سے کہہ دیا جائے تو بجائے اچھا اثر ہونے کے اُلٹا
غلط اثر ہوتا ہے۔ لوگوں تک بھلی بات پہنچانے کے لیے آپ کو انداز بھی بہت
اچھا اختیار کرنا پڑے گا ورنہ ڈر ہے کہ نتیجہ اُلٹا ہی نکلے۔ اس سلسلے میں چند مفید مشور
یہ ہیں :۔

(۱) فرض کیجیے، آپ کے گھر میں کوئی ایسی خاتون ہیں جو خدانخواستہ نماز کی پابند
نہیں ہیں۔ آپ کے لیے یہ بات بہت تکلیف دہ ہے۔ آپ چاہتی ہیں کہ انہیں
نماز کی تلقین کریں اور اس کے لیے آپ یہ طریقہ اختیار کریں کہ انہیں بات پر

لعنت ملامت کریں۔ اُن سے نفرت اور حقارت کا برتاؤ کریں۔ مثلاً اس قسم کے جملے۔
"ایسے بے نمازی کے ساتھ تو کھانے پینے کو بھی دل نہیں چاہتا، اتنی بڑی ہوگئیں نہ خدا کا خوف نہ بندوں کی شرم، انہیں نماز پڑھنا بھی مصیبت نظر آتی ہے، جو اللہ کی نافرمانی کرے اس سے تو اللہ نے بھی تعلقات توڑ لینے کا حکم دیا ہے"!

یہ اور اسی قسم کے بہت سے جملے ایسے ہو سکتے ہیں جن کو بول کر آپ تو یہ سمجھیں گی کہ آپ نیکی کا حکم کرنے کی ذمّے داری پوری کر رہی ہیں لیکن نتیجے کے اعتبار سے آپ کی کوششیں بے کار جائیں گی۔ ایک ہی بات کہنے کے دو الگ الگ طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک نفرت کا طریقہ، دوسرا محبت اور شفقت کا طریقہ۔ ایک کسی کام کو مشکل اور مصیبت بنا کر پیش کرنے کا طریقہ، دوسرا آسانی اور سہولت کا طریقہ۔ آپ ہر بات کہنے کے لیے محبت، شفقت اور آسانی کا طریقہ پسند کریں۔ جو بات کہیں میٹھے اور نرم انداز میں کہیں۔ ہر بُرائی سے روکنے کے لیے اور ہر نیکی کا حکم کرنے کے لیے یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

(۲) لوگوں کے اندر کچھ بُرائیاں اس طرح جڑ پکڑ گئی ہیں کہ اب ان کی نظر میں وہ بھلائیاں ہوگئی ہیں۔ کچھ غلط باتوں کے ساتھ انہیں عقیدت ہوگئی ہے۔ مثال کے طور پر ——— تعزیہ داری، مزاروں کے ساتھ جاہلانہ عقیدت، کونڈے، بی بی کی صحنک، اصحاب کہف کا توشہ وغیرہ وغیرہ نہ جانے کتنی رسمیں ہیں جو انتہائی عقیدت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اب اگر اصلاح کے جوش میں آپ براہِ راست ان چیزوں پر لعن طعن شروع کر دیں گی تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ دوسری طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی سے آپ کا مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ اور آپ

کی اصل بات بالکل دب کر رہ جائے گی۔ ایسی کوئی بات کہنا جس سے آپ کے مخاطب کے دل پر پہلے ہی چوٹ پڑے مناسب نہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ غلط باتوں کی تائید کریں یا ان میں شرکت کریں بلکہ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ ان باتوں کو پہلے آنے ہی نہ دیجیے۔ صرف اتنی بات کہیے جس کے کہنے کے لیے آپ نے مخاطب کے دل میں گنجائش پیدا کر لی ہو۔ جب وہ باتیں دل میں جم جائیں گی تو پھر ان سے آگے مزید باتیں کہنے کی گنجائش آپ سے آپ نکل آئے گی اور وقت آئے گا کہ آپ ایک ایک بُرائی پر کھُل کر تنقید کر سکیں گی۔

(۳) ہر شخص کا ایک مقام ہوتا ہے۔ آپ کے گھر میں بھی کچھ لوگ عمر اور رشتے کے لحاظ سے آپ سے بڑے ہوں گے۔ اگر بات کہنے میں آپ ان کے مرتبے اور رشتے کا لحاظ نہ رکھیں گی تو نتیجہ اُلٹا ہوگا اور یوں بھی یہ ایک اسلامی اخلاق ہے کہ کسی شخص کو اس کے مناسب اور جائز مرتبے سے گرانے اور اسے ہلکا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اپنی گفتگو اور بات کہنے کے ڈھنگ میں اس بات کا انتہائی دھیان رکھنا چاہیے۔

(۴) ہر شخص کے سامنے اتنی بات کہنا چاہیے جتنی بات کہ وہ سمجھ سکے اور بات کہنے کا انداز بھی ایسا ہونا چاہیے کہ سُننے والا بات صاف طریقے سے سمجھ جائے کم پڑھی لکھی خواتین کے سامنے اگر اُونچی اونچی باتیں کہنا شروع کر دی جائیں تو ان کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اگر پڑھے لکھے اور سمجھ دار لوگوں کے سامنے بات اسی طریقہ پر کہی جائے جس طریقے پر کم سمجھ اور اَن پڑھ لوگوں سے

Marfat.com

کہی جاتی ہے تب بھی اثر نہ ہوگا۔ اس لیے آپ کے لیے بڑا ضروری ہے کہ آپ جس کسی سے بات کریں اس کی سمجھ اور عقل کے مطابق بات کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کم سمجھ عورت آئی آپ نے اُس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اُس نے اُنگلی اوپر کی طرف اُٹھا دی۔ حضور نے اس کے لیے اتنا ہی کافی سمجھا۔ اس کے سامنے توحید اور ذات باری کے وجود کے سلسلے میں دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اسی طرح آپ جس سے بات کریں اس کی عقل اور سمجھ کو سامنے رکھ کر بات کریں۔

(۵) کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر بات کہتے ہیں چاہے وہ سُننے کے لیے تیار ہوں یا نہ ہوں انہیں گھیر گھیر کر بات سُنانا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنی بات کہنے کی ہوس اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ موقع بے موقع کہتے ہی رہتے ہیں۔ یہ صورت بھی مناسب نہیں۔ بات چاہے تھوڑی کہی جائے مگر اس حال میں نہ کہی جائے کہ لوگ سننے سے بیزار ہوں۔ حضرت عبدالرحمان بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ کہا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کہا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے ایسا کرتا ہوں کہ کہیں تم بیزار نہ ہو جاؤ۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناغہ کر کے ہمیں نصیحت فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم بیزار نہ ہو جائیں۔

(۶) اس سلسلے کا آخری اور ضروری مشورہ یہ ہے کہ اگر بات کہنے اور سمجھانے میں کسی موقع پر بھی بحث اور مباحثہ کی کیفیت پیدا ہو جائے تو فوراً

بات بند کر دینا چاہیے - ایسے موقع پر اپنی بات منوا لینے کی خواہش اکثر آپ کو شیطان کے پھندے میں پھنسا دے گی اور پھر خیر کے بدلے شر پیدا ہو گا۔

ترتیب کی اہمیت

دلوں میں نیکی کا بیج بونے اور ان سے بُرائیوں کی گندگی دُور کرنے کے سلسلے کی ایک اہم کڑی یہ بھی ہے کہ آپ کو جو کچھ کہنا ہے اور لوگوں کے دلوں میں جو باتیں بٹھانا ہیں ان کو آپ کس ترتیب سے پیش کریں - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصلاح اور تبلیغ کے جوش میں پہلے ان باتوں پر زور دیا جاتا ہے جن کا نمبر بہت بعد کو آنا چاہیے تھا - اور بنیادی باتوں سے توجہ ہٹ جاتی ہے - ایک ایسا شخص جس کے دل میں ایک نہایت آرام دہ اور سجا ہوا کمرہ بنانے کا ارادہ ہو - اگر وہ دیواروں کی تعمیر اور ان کے پلاسٹر سے پہلے پردے لٹکانے اور فرنیچر ترتیب دینے کی حماقت کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ نتیجے میں اسے سوائے افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا - اسی طرح جو لوگ ذہنوں میں دین کی بنیادی باتوں کو مضبوطی سے جمانے سے پہلے چھوٹی چھوٹی اور کم اہم باتوں کی طرف توجہ دینا شروع کر دیتے ہیں - انہیں بار بار یہ محسوس ہوتا ہے کہ کچھ دنوں تک تو ان کی کوششوں کے کچھ اثرات باقی رہتے ہیں مگر تھوڑے ہی دنوں میں پھر میدان صاف نظر آنے لگتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بار بار کی کوشش کے بعد مایوس ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔

آپ جب اپنے گھر کی اصلاح کی طرف توجہ دیں تو اس قسم کی غلطی نہ کریں - ورنہ ڈر ہے کہ آپ کو بھی مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا - اب سے

کچھ صدیوں پہلے تک مسلمانوں میں جس قسم کی اصلاحی کوششیں ہوتی رہی ہیں ان کا معاملہ بالکل دوسرا تھا۔ اُس وقت عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کی بنیادی باتیں بہت مضبوطی سے جمی ہوتی تھیں۔ محض غفلت اور کاہلی کی بنا پر ان سے کچھ کوتاہیاں ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ ان کی اصلاح کا یہ طریقہ بالکل ٹھیک تھا کہ ان بُرائیوں کی طرف براہِ راست توجہ دلائی جائے اور انہیں دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر اُس زمانے میں اللہ کی نافرمانی اور فسق و فجور کا سبب یہ نہیں ہوتا تھا کہ دلوں میں اللہ پر ایمان، آخرت کے یقین اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت و محبت میں کمی آجاتی تھی بلکہ غفلت اور نفس کی خواہش کے غلبے کی وجہ سے لوگوں میں کچھ بُرائیاں اُبھر آتی تھیں۔ لہذا اس وقت اگر ان بُرائیوں کی طرف براہ راست توجہ دی جاتی تھی اور یہ سمجھا دیا جاتا تھا کہ فلاں بات اللہ کی مرضی کے خلاف ہے، اس کے نتیجے میں آخرت کی زندگی تباہ ہو جائے گی، یا اس کا کرنا رسولِ پاکؐ کے ارشاد کے خلاف ہے۔ تو اکثر لوگوں کو تنبیہ ہو جاتی تھی اور آن کی آن میں اُن کی زندگی کا رُخ ہی بدل جاتا تھا۔ عام لوگوں کا تو کیا ذکر۔ اکثر دولت اور حکومت کے نشے میں ڈوبے ہوئے بادشاہوں اور امیروں کا یہ حال ہوا ہے کہ کسی ایک یاد دہانی کے نتیجے میں ان کی کایا پلٹ گئی اور فسق و فجور کے بدلے ان کی زندگیاں تقوےٰ اور پاکیزگی سے پُر ہو گئیں۔ لیکن اب حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ ان بدلے ہوئے حالات کا لحاظ کیے بغیر اگر کوششیں کی جائیں گی تو ان کا نتیجہ مایوسی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ آج اکثر لوگوں کے اندر بُرائیوں کی کثرت کا سبب بالکل دُوسرا ہے۔ آج لوگوں کے دلوں کا حال وہ نہیں ہے جو

Marfat.com

اب سے چار پانچ صدی پہلے تھا۔ انتہا تو یہ ہے کہ پچھلے سو سالوں میں جتنی تبدیلی ہوئی ہے اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ آج حال یہ ہے کہ پوری سوسائٹی کی بنیاد ایسے اصولوں پر قائم ہے جنہیں خدا، آخرت اور رسالت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ان حقیقتوں کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سوسائٹی کے موجودہ نظام کے تحت جو کچھ ہو رہا ہے وہ انسان کو خدا سے دُور ہی لے جا رہا ہے۔ اور اس کے ذہن سے یہ سوال مٹتا جا رہا ہے کہ وہ اس دنیا کی موجودہ زندگی سے آگے بڑھ کر بھی کچھ سوچے۔ ہمارے اسکولوں کی تعلیم، ہمارے اخبارات، رسالے، ادب، مشاعرے، فلم، آئے دن کے مشاغل، ہمارے لیڈروں کی تقریریں، ملک کے بااثر لوگوں کی زندگیوں کا رُخ۔ غرض یہ کہ ہمارے پُورے ماحول میں آپ کو کہیں خدا پرستی، آخرت کے یقین اور خدائی ہدایت سے وابستگی کی کوئی ایسی مہک نہیں ملے گی جو آپ کے اندر ایمان کی حرارت کو زندہ کر سکے۔ وہ تو کہیے کہ صدیوں کے ایمان اور اسلام کا یہ اثر ہے کہ کچھ تھوڑے سے سر پھروں کے سوا اب بھی لوگ اللہ، آخرت اور رسالت کے کُھلم کُھلا انکار کی جرأت نہیں کر سکتے لیکن عام طور پر لوگوں کی زندگیوں کا کیا حال ہے؟ کچھ نیک اور صالح لوگوں کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کی زندگی کا حال یہ ہے کہ وہ اگرچہ اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار تو نہیں کرتے لیکن ان کے مشاغل، ان کے معاملات ان کے اخلاق، ان لوگوں سے مختلف نہیں ہیں جو ان اسلامی عقائد کا کُھلم کُھلا انکار کرتے ہیں۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس عقیدے اور جس ایمان کا اثر زندگیوں پر نہ پڑ رہا ہو اس پر کب تک بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ

Marfat.com

کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔

اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے اصلاح اور تبلیغ کی تمام کوششوں کے لیے ضروری ہے کہ ہم انبیاء علیہم السّلام کے طریقوں کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ اُنھوں نے حالات کی اصلاح کے لیے کس ترتیب سے کام کو ہاتھ میں لیا۔ اسی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمیں بھی کام کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں خدا پر ایمان کو مضبوط کیا، توحید کا مطلب سمجھایا اور توحید کے تقاضے سامنے رکھے۔ جو لوگ خدا کو نہیں مانتے تھے ان کے سامنے ایسے دلائل پیش کیے جن کے بعد خدا کا انکار مشکل ہو جائے۔ جو لوگ خدا کو مانتے تھے لیکن ان کی زندگیاں اس ماننے کے تقاضوں سے خالی تھیں۔ انہیں ان تقاضوں سے باخبر کیا۔ آخرت کا یقین دلایا، خدائی ہدایت سے بے نیاز رہنے کے نقصانات سمجھائے۔ غرض یہ کہ سب سے پہلے خدا، آخرت اور رسالت پر ایمان کو مضبوط کیا اور اس ایمان پر اسلامی زندگی کی تعمیر کی۔ آج بھی جو لوگ اسلامی زندگی کو دوبارہ اپنے اصلی رُوپ میں لانا چاہتے ہیں، انہیں اسی ترتیب سے کام کرنا پڑے گا۔

توحید کے دلائل کی اہمیّت

جو لوگ اس کائنات کا ایک خدا مانتے ہیں ان کے سامنے جب اس بات کی دلیلیں آتی ہیں کہ واقعی اس جہان کا ایک خدا ہے اور اس کی صفات یہ اور یہ ہیں تو ایسے لوگ عام طور پر ان دلیلوں پر کچھ زیادہ توجّہ نہیں دیتے۔ وہ سوچتے ہیں کہ یہ باتیں تو ان کے لیے ہیں جو خدا کو مانتے نہ ہوں۔ ہم تو خدا کو

مانتے اور اسے اس کائنات کا خالق جانتے ہی ہیں ۔ ہمیں ان دلیلوں پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ۔ لیکن ہمارا احساس یہ ہے کہ اس طرح سوچنا درست نہیں ۔ ہمارے نزدیک توحید کی ان دلیلوں پر ہر شخص کو توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ اس کی ۲ دو وجہیں ہیں :۔

۱۔ جو لوگ خدا کو مانتے ہیں ان میں بہت بڑی تعداد تو ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس مسئلے پر کبھی واقعتاً غور نہیں کیا ہے اور سوچ سمجھ کر ایک فیصلے پر نہیں پہنچے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی ماں کی گود میں ہی اس حقیقت کا علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات کچھ اس طرح ان کے دلوں میں بیٹھ گئی کہ اب ان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کا انکار کر دیں ۔ ایسے لوگوں کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ توحید باری تعالیٰ کے متعلق اپنے ذہن اور اپنی عقل کو پوری طرح مطمئن کریں ۔ جب تک ان کے فیصلے اور ایمان میں یہ قوت پیدا نہ ہو گی ، ان کے لیے زندگی میں توحید کے تقاضوں کو پورا کرنا آسان نہ ہوگا ۔

۲۔ جن لوگوں نے سوچ سمجھ کر توحید کا اقرار کیا ہے ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بناتے رہیں ۔ اس مقصد کے لیے انہیں ان دلائل پر بار بار غور و فکر کرتے رہنا چاہیے ۔ اس طرح دلوں میں توحید کا تصور اور خدا پر ایمان بڑھتا ہے ۔

جن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ خود ایمان کے تقاضے پورے کریں گے اور دوسروں کو بھی ان تقاضوں کے پورا کرنے کی دعوت دیں گے ان کا پہلا قدم یہی ہو گا کہ وہ توحید کے تصور کو زیادہ سے زیادہ راسخ کریں اور ایمان باللہ

Marfat.com

کو مضبوط کریں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہم کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں:۔

سب سے پہلی چیز جس پر انسان توجہ کرنے کے لیے مجبور ہے وہ یہ دنیا ہے جو اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اس کی ہر چیز مطالبہ کرتی ہے کہ انسان یہ سوچے کہ آخر یہ کس طرح وجود میں آگئی ہے۔ وہ سورج کو دیکھتا ہے تو اس کا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کہاں سے آگیا؟ چاند، ستارے، ہوائیں، بادل، بارش، پہاڑ، دریا، جنگل اور ریگستان، غرض یہ کہ ہر ہر ذرّہ انسان کے سامنے ایک مجسم سوال بن کر آتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ان میں سے ہر چیز کے وجود میں آنے کا کوئی نہ کوئی سبب متعین کرے۔ اب تک انسان نے جتنا بھی سوچا ہے اس سب کا آخری نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکل سکا کہ انسان یہ ماننے کے لیے مجبور ہے کہ کائنات کی ان تمام چیزوں کے وجود میں آنے کا کوئی نہ کوئی سبب ہونا چاہیئے انسان کی فطرت اور اس کی عقل اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی سبب کو اس پورے نظام کا موجب قرار دے۔ یہی وہ بُنیاد ہے جس کی مدد سے انسان خدا کے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچتا ہے۔

پھر اتنا ہی نہیں کہ کچھ چیزیں یہاں موجود دکھائی دیتی ہیں اور ان کو دیکھ کر انسان یہ ماننے پر مجبور ہے کہ ان کا بنانے والا اور انہیں وجود میں لانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیئے بلکہ ان تمام چیزوں میں کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ہر آن انسان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور اسے بار بار مجبور کرتی ہیں کہ وہ اس کائنات کے خالق کے وجود اور اس کی صفات کے بارے

Marfat.com

میں غور کرے۔ قرآن پاک میں ان تمام خصوصیات کی طرف انسان کو متوجّہ کیا گیا ہے قرآن ایسی تمام چیزوں کو اللہ کی آیات یعنی اس کے پہچاننے کے لیے نشانیاں کہتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی ان نشانیوں کے بارے میں ذرا تفصیل کے ساتھ کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھیں۔ ہماری نظر میں ان کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کے سامنے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان مضبوط ہوتا ہے اور انسان صحیح معنیٰ میں یہ قوّت محسوس کرتا ہے کہ وہ ہر نرم اور گرم حالات میں اللہ کی بندگی کے تقاضوں کو پورا کرسکے۔ اور دوسرے یہ کہ ان تفصیلات میں ان لوگوں کے سوچنے اور سمجھنے کے لیے بھی بہت کچھ سامان موجود ہے جو یا تو خدا کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں یا جن کی زندگی کا رُخ وہی ہے جو عام طور پر خدا کے منکروں کا ہوتا ہے۔ یا وہ اس کارخانۂ عالم اور اس کے انتظام کو ایک سے زیادہ دیوتاؤں یا خداؤں کی "کرم فرمائی" کا نتیجہ جانتے ہیں۔

پہلی چیز جس کی طرف انسان کا ذہن آپ سے آپ متوجہ ہوتا ہے وہ اس کارخانۂ عالم کا حسن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں کوئی چیز بھی سادہ اور بے رنگ نہیں ہے، آسمان سے لے کر زمین تک کوئی مقام ایسا نہیں ہے کہ انسان اس پر نظر ڈالے اور اس کی نظر ٹھٹھک کر نہ رہ جائے۔ ہر جگہ اس کو کھینچنے کا سامان موجود ہے۔ ہر مقام پہ اس کی آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر آتے ہیں جن میں اس کے لیے کشش ہے۔ پہاڑوں کی سربلند چوٹیاں، سبزے سے ڈھکے ہوئے نشیب و فراز، پہاڑوں کے درمیان وادیاں، جھیلیں اور سبزہ زار، دلفریب

آبشار چشمے، دریا اور نہریں، پھر میدانوں کی خوش نمائیاں، غرضیکہ زمین کا چپہ چپہ اپنے اندر ایک حُسن اور دل کشی رکھتا ہے، پھر زمین کے علاوہ فضا کے مناظر، سورج کے طلوع اور غروب کے اوقات کی رنگینیاں، چاند کی گھٹتی اور بڑھتی ہوئی شکلوں کی دل فریبیاں، تاروں بھرے آسمان کی کشش کہکشاں کا حُسن، بادلوں کا فضا میں تیرنا، اودی اودی اور کالی کالی گھٹاؤں کا ہجوم، پُروا ہوا کا لہکنا، غرض یہ کہ کون سی ایسی چیز ہے جو اپنے اندر کشش نہیں رکھتی اور جو انسان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی نہیں۔

پھر ایک طرف تو یہ مظاہر حُسن ہیں، دوسری طرف انسان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ ان مناظر کو دیکھے اور متاثر ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ دنیا کا سارا انتظام ہوتا لیکن اس میں یہ حُسن نہ ہوتا، یا یہ سب کچھ تو ہوتا لیکن انسان میں اس حُسن کی طرف مائل ہونے کی صلاحیت نہ ہوتی۔ آخر کتنے ہی جان دار ایسے بھی تو موجود ہیں جو ان مناظرِ فطرت میں کوئی دلچسپی نہیں لے سکتے۔ ہو سکتا تھا کہ پرند ہوتے لیکن یہ نغمے اور چہچہے نہ ہوتے، یہ پہاڑ ہوتے لیکن ان میں زعفران اور گُلِ بنفشہ کے گلزار اُگانے والی وادیاں نہ ہوتیں۔ پھول ہوتے لیکن ان میں رنگ و بو نہ ہوتا، سورج نکلتا اور ڈوبتا لیکن ہر صبح اور ہر شام اپنے ساتھ وہ مناظر نہ لاتی جن کو دیکھ کر انسان جھومنے لگتا ہے، چاند ہوتا لیکن اس کی شکلوں میں رُوح کو گرما دینے والی کیفیت نہ ہوتی، اور ہلال و بدر میں انسانی جذبات اور احساسات کو بے تاب کر دینے کی صلاحیت نہ ہوتی، یا پھر سب کچھ ہوتا لیکن انسان میں احساسِ حُسن نہ ہوتا۔

Marfat.com

یقیناً ایسا ہی ہوتا اگر یہ سارا کارخانہ اچانک آپ سے آپ یُوں ہی وجود میں آگیا ہوتا۔ لیکن یہ سب کچھ تو ایک غرض اور ایک مقصد کے ماتحت ہے۔ یہ حُسن اور یہ احساسِ حُسن تو اسی لیے ہے کہ انسان کی فطرت اس خالقِ کائنات کی ذات اور صفات کی طرف متوجہ ہو، اس کے اندر یہ احساس بیدار ہو کہ ایسی حسین اور خوبصورت کائنات بغیر کسی انتہائی ہوشیار بنانے والے کے بن نہیں سکتی۔

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ (سورہ ق: ۶-۸)

کیا انہوں نے اپنے اُوپر آسمان کو نہیں دیکھا؟ ہم نے اس کو کیسا بلند کیا اور سجایا اور کہیں اس میں دراڑ نہیں ہے اور زمین کو ہم نے بچھایا اور پہاڑوں کو اس میں ایسا قائم کر دیا جیسے میخیں، اور ہم نے اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگائیں (یہ سب کچھ) بصیرت اور یاد دہانی پیدا کرنے کے لیے ہے ہر متوجہ ہونے والے بندے کے دل میں۔

کائنات میں جو بھی حُسن اور رنگینی ہے اور انسان میں اس سے اثر قبول کرنے کی جو بھی صلاحیّت رکھی گئی ہے وہ اسی لیے ہے کہ انسان دیکھے اور اس

Marfat.com

سے بصیرت اور یاد دہانی حاصل کرے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ انسان اپنی صلاحیت کو جو اس کے اندر حقیقتوں کی طرف متوجہ ہونے کے لیے رکھی گئی ہے خود اپنی حرکتوں سے برباد نہ کر دے۔ یہ صحیح ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں انسان کی کسی نہ کسی مادّی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں لیکن ان کی پیدائش میں جو حُسن اور خوبصورتی شامل کر دی گئی ہے وہ اسی لیے ہے کہ انسان کو یاد دہانی ہو اور وہ اس تعلق کو بھلانے نہ پائے جو اُسے اپنے خالق سے ہے۔

ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی ہے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اس صلاحیت سے کام لے۔ آنکھیں کھول کر اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھے، اس کے بارے میں غور و فکر کرنے کی عادت ڈالے۔ بے سوچے سمجھے محض کھانے اور کمانے کے دھندوں میں لگے رہنا انسانیت کی توہین ہے۔ ان صلاحیتوں کی ناقدری ہے جو انسان کو ملی ہوتی ہیں۔ اپنی زندگی کو قائم رکھنے اور اپنی نسل کو بڑھانے کا کام تو ہر جاندار کرتا ہی ہے۔ اگر انسان بھی محض اتنا ہی کرے کہ ان دو حیوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنی ساری سوجھ بوجھ لگا دے تو کس طرح یہ کہا جا سکے گا کہ اس نے حیوانوں سے بلند ہونے کا کوئی ثبوت دیا ہے۔ غذا حاصل کرنے کے لیے جنگل کی گھاس اور خود رو پھلوں کے بدلے اگر جدید آلات کی مدد سے کھیتی کر لی جائے، بدن کو سردی سے بچانے کے لیے گرم اور خوشنما لباس بنا لیے جائیں۔ بلوں اور غاروں کے بدلے عمدہ محل تیار کر لیے جائیں، پیدل سفر کرنے کے بدلے ریلیں اور ہوائی جہاز تیار کیے جائیں، سینگوں اور پنجوں سے لڑنے کے بدلے ایٹم بم اور ٹینک استعمال

Marfat.com

کیے جائیں، کچا کھانے کے بدلے عمدہ اور لذیذ کھانے تیار کیے جائیں یا اسی طرح دوسری حیوانی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ ترقی کر لی جائے تو بس اتنا ہی کہا جا سکے گا کہ انسان ایک متمدن اور ترقی یافتہ حیوان ہے لیکن بنیادی طور پہ انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ حیوان اور انسان میں جو فرق ہے وہ دراصل اس سوجھ بوجھ کی بنا پر ہے جو انسان کو عطا ہوئی ہے اب اگر وہ سوجھ بوجھ بالکل انہی تقاضوں کے پورا کرنے میں صرف ہوتی رہے جو بنیادی طور پر حیوانی تقاضے ہیں تو پھر انسان کو ایک ترقی یافتہ حیوان کے سوا اور کیا کہا جائے گا۔ انسانی عقل کا صحیح مصرف یہی ہے کہ وہ اس کائنات میں اپنے مقام کو سمجھے، اس کائنات کے خالق کی صفات پر غور کرے۔ اس کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت معلوم کرے، اور پھر زندگی کا وہ رَوَیہّ اختیار کرے جو بہ حیثیت انسان ہونے کے مناسب ہو۔ بلا سوچے سمجھے وقت گزارتے رہنا یا اپنی کل سوجھ بوجھ کو محض حیوانی تقاضے پورا کرنے کے لیے لگا دینا دراصل اپنے انسان ہونے کی ناقدری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں غور وفکر کرتے رہنا اور توحید کے دلائل سے اپنے ذہن اور دماغ کو زیادہ سے زیادہ مطمئن کرنا مومن کی بنیادی صفت ہے۔ اس سے ایمانی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان میں وہ قوّت پیدا ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تقاضے پورے کر سکے ہر دعوتی اور اصلاحی کام کی ابتداء توحید کے عقیدے کو مضبوط کرنے ہی سے ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر تبلیغ کا ہر کام ناقص اور بے بُنیاد ثابت ہوگا۔

Marfat.com

غور و فکر ہر شخص کے لیے ضروری ہے

توحید کے دلائل کے طور پر کچھ مزید باتیں سمجھانے سے پہلے ایک اُلجھن کا صاف کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کے سوچنے کا انداز یہ ہے کہ دلیلوں پر غور و فکر کرنا تو زیادہ پڑھے لکھے لوگوں اور فلسفیوں کا کام ہے۔ عام لوگوں کو تو بس سیدھے سادے طریقے پر کلمہ پڑھوا دینا اور اس کا مطلب سمجھا دینا کافی ہے۔ ہمارے نزدیک اس طرح سوچنا درست نہیں ہے اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ اب تک عام طور سے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا بہت بڑا حصّہ واقعتہً فلسفیانہ اور علمی انداز میں ہی لکھا گیا ہے اور اس طرح یہ باتیں عام ذہنوں کی گرفت سے باہر ہوگئی ہیں۔ لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قرآن پاک نے جو انداز اختیار کیا ہے اس کو سامنے رکھ کر کچھ لکھنے کی کوششیں بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ قرآن پاک نے جن لوگوں کو ابتدا میں خطاب کیا وہ نہ فلسفی تھے اور نہ رواجی علوم کے عالم۔ وہ سیدھے سادے دیہاتی لوگ تھے۔ ذہین تھے لیکن فلسفیانہ اونچ نیچ کی باتوں سے دُور۔ اعلیٰ جذبات اور انسانی صفات کا جوہر ان کے اندر تھا لیکن وہ اصطلاحی علوم سے بے بہرہ تھے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ایمان بٹھانے کے لیے جو انداز اختیار کیا گیا وہ یقیناً بڑا عجیب و غریب ہے۔ ایک طرف تو اس انداز کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ایک معمولی سے معمولی ذہین آدمی کے لیے بھی نصیحت حاصل کرنے اور اثر قبول کرنے کے لیے ایک بڑا خزانہ موجود ہے دوسری طرف اس میں ایک اونچے سے اونچے ذہن کے لیے بھی غور و فکر کے ایسے نکات سمو دیتے ہیں جو ہر دور اور

Marfat.com

ہر معیار کے انسان کے لیے اپنے اندر بہت کچھ سامانِ ہدایت رکھتے ہیں۔ اور یہ وہ بات ہے جو آج تک کسی انسانی کلام میں نہیں پائی گئی اور نہ اس کا امکان ہی ہے۔ یہ خصوصیت صرف اسی کے کلام کی ہو سکتی ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والے سارے انسانوں کے ذہنوں کی ساخت اور ان کے معیارِ عقل کا پورا پورا علم رکھتا ہو۔

ہمارے نزدیک ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرے۔ جتنی جس کو سمجھ اور عقل عطا ہوتی ہے وہ اسی کو کام میں لائے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر بیرونی اثرات اور خاندانی و نسلی تعصّبات سے پاک ہو کر انسان غور کرے گا تو ممکن نہیں کہ اسے رہنمائی نہ ہو۔ اب توحید کی کچھ اور دلیلوں پر غور کیجیے:۔

توحید کے کچھ مزید دلائل

زمین سے گیہوں کا ایک دانہ اُگتا ہے لیکن اس دانے کے پیدا کرنے کے لیے زمین اور آسمان کی بے شمار چیزیں تعاون کرتی ہیں۔ زمین میں ہزاروں قسم کے کیمیاوی عمل ہوتے رہتے ہیں۔ چیزیں گلتی اور سڑتی رہتی ہیں۔ گیہوں کے پودے کو جن غذاؤں کی ضرورت ہے وہ فراہم ہوتی رہتی ہیں۔ ان غذاؤں کو فراہم کرنے کے لیے بیشمار قسم کے کیڑے اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ ہوا، سورج کی روشنی اور گرمی، دریاؤں کی روانی موسم کی تبدیلیاں، زمین کے مختلف طبقات کو توڑ پھوڑ کر قابلِ کاشت بناتے رہتے ہیں۔ پھر آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ زمین کی گردش ایک مناسب موسم فراہم کرتی ہے۔ مناسب زمین، مناسب پانی اور مناسب موسم

ہو جانے کے بعد گیہوں کے دانے کے اندر چھپا ہوا ننھا سا گیہوں کا پودا بڑھنے لگتا ہے ——— سب سے پہلے وہ غذا جو خود گیہوں کے دانے میں اسی وقت کے لیے محفوظ کر دی گئی تھی کام آتی ہے۔ ایک طرف جڑیں پھوٹنا شروع ہو جاتی ہیں جن میں زمین سے غذا حاصل کر لینے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ دوسری طرف جنتا ہوا اکھوا زمین سے سر نکالتا ہے اور سورج کی روشنی اور ہوا سے اپنی غذا حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دیتا ہے۔ اب سورج، ہوائیں اور چاند اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ گیہوں کا پودا بڑھتا ہے، بالیاں نکلتی ہیں، پھول آتا ہے اور بیجیے ایک دانہ کے کئی سو دانے ہو جاتے ہیں۔

کیا یہ سارا پروگرام محض اتفاقات کا نتیجہ ہے؟ کیا زمین، آسمان، سورج، ہوا، چاند اور معلوم نہیں زمین اور آسمان کی کن کن چیزوں نے آپس میں مل کر یہ طے کر لیا ہے کہ وہ سب کی سب اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ موافقت اور تعاون کا عمل کریں گے کہ اُس کے نتیجے میں گیہوں کا دانہ پرورش پا سکے؟

آسمان سے بارش ہو رہی ہے ——— ہوا یہ کہ سورج نے اپنی گرمی سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنایا، ہواؤں نے جھٹ آگے بڑھ کر اس بھاپ کو اپنے قبضے میں لیا اور اسے لے کر اُوپر اُڑ گئیں۔ اوپری فضا نے پہلے سے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ وہاں درجۂ حرارت اتنا کم تھا کہ بھاپ پھر پانی بن جائے۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ کچھ خاک کے ذرّات بھی پہلے سے وہاں پہنچے ہوئے تھے کہ جیسے ہی ہواؤں کی لائی ہوئی بھاپ ٹھنڈ پا کر پانی بننے لگے فوراً وہ اپنی خدمات پیش کر دیں۔ اور پانی ان ذرّوں پر جم کر بادل کی صورت اختیار کرے، اور یہ بادل

Marfat.com

ہواؤں کے کندھے پر سوار ہو کر اب خشکی کی طرف چل پڑے اور جہاں چاہے برسے اور جہاں سے چاہے یوں ہی گزر جائے۔

کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟ زمین اور آسمان کی یہ ساری قوتیں اس طرح ہاتھ میں ہاتھ دے کر کام کر رہی ہیں کہ ان کے تعاون اور ان کی موافقت سے عجیب و غریب نتائج نکل رہے ہیں۔ ایسے نتائج جن پر اس کارخانۂ حیات کی تمام رنگینی کا مدار ہے۔ کیا یہ موافقت اور یہ تعاون ان سب قوتوں کے باہمی مشورے اور فیصلے کا نتیجہ ہیں؟ یا کسی باشعور مدبّر اور حکیم کی حکمت کی نشانیاں؟

شہد کی مکھیاں اور تتلیاں پھولوں کی عاشق ہیں۔ پھولوں کو بھی ان کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ اگر پھولوں پر نہ آئیں تو ان کے نر اور مادہ کے اجزاء ایک دوسرے سے مل نہ پائیں اور اس طرح پھل اور بیج پیدا نہ ہو سکیں۔ پھولوں نے اپنی اس غرض کو پورا کرنے کے لیے اپنی پتیوں کو رنگین بنا لیا ہے تاکہ اس کے رنگ کو دیکھ کر مکھیاں اور تتلیاں ریجھیں۔ اپنے اندر شہد بھی پیدا کر لیا ہے تاکہ اس کے لالچ میں مکھیاں اور تتلیاں آئیں۔ خوشبو کا بھی انتظام ہے۔ اس پر بھی کیڑے لپکتے ہیں اور یہ تو دیکھیے پودوں کو کیڑوں کے جذبات، احساسات اور ضروریات کا بھی علم تھا۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے رنگ، خوشبو اور شہد کا اہتمام کیا ادھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان مکھیوں، تتلیوں اور کیڑوں کے بغیر ان کی نسل نہ بڑھ سکے گی۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ حضرتِ انسان کو تو یہ "راز" ابھی چند سو سال سے ہی معلوم ہوا ہے۔ لیکن یہ پودے اور کیڑے اتنے باشعور تھے کہ معلوم نہیں کے لاکھ برس سے ان سب نکات کو سمجھتے تھے، اور ان کے مطابق اپنا کام چلا

رہے تھے؟

سوچنے کی بات ہے کہ کیا اس کائنات کا یہ سارا دھندا آپ سے آپ چل رہا ہے؟ کیا ان کے پیچھے کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو شعور بھی رکھتی ہو، اور مدبّر اور حکیم بھی ہو، اور یہ تمام باہمی موافقت اور تعاون اسی کے حکم اور ارادے سے ہو رہا ہو؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ سارا عالم محض اتفاقی طور پر وجود میں آ گیا ہے تو کیا یہ تسلیم کر لینا بھی اتنا ہی آسان ہے کہ اس عالم کے مختلف اجزاء میں جو باہمی موافقت اور تعاون پایا جاتا ہے وہ سب بھی محض اتفاقات ہی کا نتیجہ ہے۔ کائنات کے مختلف اجزاء جو ایک دوسرے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے، اُن کا آپس میں اس طرح متحد ہو جانا کہ ان کے اتحاد کے نتیجے میں انتہائی بہتر نتائج نکلیں بغیر کسی شعور کے یُوں ہی آپ سے آپ ممکن نہیں۔ جو ذہن اور جو عقل کائنات کی ان نشانیوں کو دیکھ کر بھی کسی خالق اور مدبّر کی ذات و صفات کے تصوّر سے خالی رہتے ہیں در اصل ان کا مرض کچھ اور ہے۔ ان کی خواہشات نے انہیں مجبور کر دیا ہے کہ وہ ان پابندیوں کو قبول نہ کریں جو خدا کو مالک اور انسان کو بندہ تسلیم کر لینے کے بعد عاید ہو جاتی ہیں۔ ان کا نفس اس مطلق العنانی کی لذت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا جو انہیں خدا کا انکار کر دینے سے حاصل ہو جاتی ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ اپنے پیٹ اور اپنی خواہشات کے تقاضوں کو پُورا کرنے میں اس بُری طرح لگے ہوئے ہیں کہ انہیں کائنات کے ان شواہد پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں۔

توحید کے دلائل کا یہ ایک دوسرا رُخ ہے۔ اس قسم کے دلائل سے یہ کائنات

Marfat.com

بھری پڑی ہے چاہے انسان ذہن اور عقل کے اعتبار سے کسی معیار کا کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے قدم قدم پر ایسے مشاہدے موجود ہیں جو اسے اس کائنات کے خالق ، مدبّر اور حاکم کی ہستی کو تسلیم کر لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ ضرورت صرف اتنی ہے کہ انسان ان باتوں پر غور کرنے کے لیے آمادہ ہو۔ اور جو لوگ ان حقیقتوں کو سمجھ چکے ہیں وہ مناسب انداز میں ذہنوں کو ان حقیقتوں کے قبول کرنے کی طرف متوجّہ کریں۔

Marfat.com

(۵)

قوّت کا سرچشمہ

سارے باغ کی زمین ایک ہی جیسی ہے۔ وہی مٹی، ایک سا رنگ، ایک سی بناوٹ، پانی بھی سب درختوں کو ایک سا ہی ملتا ہے، سُورج کی گرمی اور روشنی میں بھی فرق نہیں، لیکن اسی باغ میں آم بھی پیدا ہو رہا ہے اور نیم بھی، ایک کس قدر مزے دار ہے اور ایک کیسا کڑوا۔ اسی زمین اور اسی پانی سے آم اپنی مٹھاس اور لذت حاصل کرتا ہے اور نیم اپنی کڑواہٹ۔ اسی زمین سے گنے کا پودا شکر نکال لیتا ہے اور اسی زمین سے دھان اور چاول کے پودے ہماری غذا کا سامان جمع کر لیتے ہیں۔ پھر اتنا ہی نہیں، ایک ہی قسم کی زمین اور ایک ہی قسم کے پانی کے ساتھ ساتھ درخت بھی ایک ہی قسم کے ہیں۔ دیکھنے میں سب آم ہی ہیں لیکن مزے کتنے الگ الگ، خوشبو جُدا جُدا، رنگ مختلف — کیا یہ بھی سب کچھ آپ سے آپ ہی ہے؟ کیا ان پودوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہم ایک ہی زمین اور ایک ہی ہوا، پانی اور روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی آپس میں اتنے مختلف رہیں گے۔ کیا انہوں نے اپنے اندر اپنی اپنی خصوصیتیں

Marfat.com

خود پیدا کر لی ہیں ؟ کہا جاتا ہے کہ در اصل یہ خصوصیتیں بیج کے ذریعہ منتقل ہوتی ہیں۔ ہر بیج میں ایک چھوٹا سا پودا موجود رہتا ہے ، اور یہی پودا اپنی ساری خصوصیات اپنے ساتھ لے جاتا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ ان خصوصیتوں کے منتقل ہونے کی صورت یہی ہو لیکن سوال تو یہ ہے کہ وہ کون سا شعور ہے جو ان سب کے پیچھے کام کر رہا ہے ۔ کسی شعور اور سمجھ کے بغیر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک سی چیزوں سے نتائج اتنے مختلف نکلیں ۔

پھر ان مختلف نتائج پر غور کیجیے ۔ یہ سب یوں ہی بے مقصد نہیں ہے ۔ ان اختلافات میں بے شمار مصلحتیں اور حکمتیں صاف نظر آتی ہیں ۔ محض انسان ہی کے مفاد کو سامنے رکھ کر غور کریجیے ۔ زمین سے اُگنے والے پودوں کا یہ اختلاف اس کی ضروریات کے لیے ، اس کے ذوق کے لیے ، اس کے تمدّن کی ترقی کے لیے ، اس کے شعور کی بیداری کے لیے ، غرض یہ کہ اس کی پوری حیوانی اور انسانی زندگی کی بقا اور ارتقاء کے لیے ، اپنے اندر کتنی مصلحتیں اور کتنی حکمتیں رکھتا ہے ، ان سب کا شمار بھی نہیں ہو سکتا ۔ کیا یہ سب مناسبتیں اور مطابقتیں یوُں ہی آپ سے آپ وجود میں آگئی ہیں ؟ کیا ان کے پیچھے کسی حکیم کی فکر ، اُس کے سوچے سمجھے منصوبے اور اس کے دانشمندانہ ارادے کا پتہ نہیں چلتا ؟ اس سب کو محض ایک اتفاقی حادثہ قرار دینے کے لیے تو بہت بڑی ہٹ دھرمی کی ضرورت ہے ۔

وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ
اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ
يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ

فِي الْأُكُلِ ؕ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(الرّعد : ۴)

"اور دیکھو زمین میں الگ الگ قطعے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل بھی ہیں اور الگ الگ بھی ۔ انگور کے باغ ہیں ، کھیتیاں ہیں ، کھجور کے درخت ہیں جن میں کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے (ایک ہی جڑ سے دو یا تین تنے نکلے ہوئے ہیں) سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم نے کسی کو بہتر بنا دیا ہے اور کسی کو کمتر ۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں ۔"

یہ اور ان جیسے لاکھوں مشاہدے ہیں جو ہر انسان کے گرد پھیلے ہوئے ہیں کوئی آنکھ ایسی نہیں جو انہیں نہ دیکھ سکے ۔ کوئی ذہن ایسا نہیں ، جو ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکے ان سب کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی انسان ایک لمحے کے لیے بھی یہ گمان کر سکے کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ وجود میں آگیا ہے ، لیکن جب انسان کی خواہشات اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہیں اور اس کی خودسری بڑھ کر اس کے ذہن اور دماغ پر قبضہ کر لیتی ہے تو وہ ان مشاہدات کو اپنے ہی رنگ میں دیکھنے لگتا ہے اور ان سے اپنی ہی خواہش کے مطابق نتائج بھی نکال لیتا ہے ۔

انسان کی اصلاح کے لیے سب سے مقدم اسی نقطۂ نظر کی اصلاح ہے ۔ خداوند تعالیٰ کی ذات اور صفات کا تصور اور اس کا یقین جس درجے میں واضح

Marfat.com

ہو گا اسی درجے میں انسان اس بنیادی اصلاح کے قابل بن سکے گا جو اسلام کے پیش نظر ہے۔ آپ نے محسوس کر لیا ہو گا کہ یہی وہ پہلا بنیادی پتھر ہے جس پر ہر قسم کی انسانی اصلاح اور فلاح کی عمارت بنتی ہے۔ اس حقیقت کے نظر انداز کر دینے کے بعد نہ فرد کو کامیابی میسّر ہو سکتی ہے اور نہ سماج کو۔ چنانچہ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ سب سے بڑے اصلاح کرنے والے یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السّلام نے سب سے پہلے اسی حقیقت کو ذہن نشین کرایا ہے۔ توحید کے تصوّر کو غلط قسم کی آمیزشوں سے پاک کیا ہے اور اس کے تقاضوں کو کھول کھول کر سامنے رکھا ہے۔

آخرت پر ایمان

توحید ہی کے صحیح عقیدے کا لازمی نتیجہ آخرت کا عقیدہ ہے۔ جو شخص توحید کی حقیقت کو جان لے اور اسے مان لے اس کے لیے آخرت کا جان لینا اور اسے مان لینا لازمی ہے۔ ہر قسم کی اصلاح کے لیے اس حقیقت پر واضح یقین انتہائی ضروری ہے۔ انبیاء کرام علیہم السّلام اس حقیقت کو بڑی وضاحت سے انسان کے سامنے رکھتے ہیں۔ وہ انسان میں یہ یقین پیدا کراتے ہیں کہ وہ مر کر ختم نہیں ہو جائیگا بلکہ اُسے اس زندگی کے بعد ایک ہمیشہ رہنے والی زندگی اور ملنا ہے۔ اور اس زندگی میں خوشی یا رنج، آرام یا تکلیف کا مدار اس بات پر ہے کہ اُس نے اس دنیا کی زندگی کو کیسے گذارا؟

انسانوں کی اصلاح کے لیے، چاہے وہ خود آپ کی اپنی اصلاح ہو، یا آپ کے ارد گرد بسنے والے انسانوں کی اصلاح، توحید کے عقیدے کے ساتھ

Marfat.com

آخرت کے عقیدے کی اصلاح اور پختگی انتہائی ضروری ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے جب کبھی بھی انسانوں کے بگاڑ کے اسباب معلوم کیے اور ان میں پھیلی ہوئی بے شمار خرابیوں کی جانچ کی تو یہی معلوم ہوا کہ یا تو لوگ سرے سے موت کے بعد کسی دوسری زندگی کو مانتے ہی نہیں ہیں اور وہ کسی ایسے دن کے قائل ہی نہیں ہیں جب اُن سے اُن کے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ یا اگر قائل ہیں بھی تو ان کا ماننا محض ماننا ہی ہے۔ اس ماننے کا اثر ان کی زندگی کے کاموں پر جیسا پڑنا چاہیے ویسا نہیں پڑ رہا ہے۔ ان ماننے کے نتیجے میں ان کے اندر نہ تو خدا کا ڈر پیدا ہوتا ہے اور نہ انہیں خدا کے احکام کو ماننے کی کوئی پروا ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف وہ آخرت کو مانتے ہیں تو دوسری طرف بہت سے ایسے عقیدے بھی ان کے دلوں میں بیٹھ گئے ہیں جن کی وجہ سے وہ آخرت کے بارے میں بالکل بے خوف ہو گئے ہیں۔ مثلاً انہیں کسی ایک یا بہت سے بزرگوں کے بارے میں یہ یقین ہو گیا ہے کہ وہ جسے چاہیں اللہ سے سفارش کر کے بخشوا سکتے ہیں اور ان بزرگوں کی اس شفاعت کو حاصل کرنے کے لیے بہت سے آسان اور سستے طریقے اُنہوں نے خود ہی تجویز کر لیے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ فلاں قسم کی نیاز، فلاں نذر، عرس، فاتحہ وغیرہ کرنے سے فلاں بزرگ راضی ہو جاتے ہیں اور جس سے وہ راضی ہو جائیں اُسے وہ اللہ میاں سے ضرور بخشوا لیں گے۔ یہ عقیدے کچھ اس طرح دلوں میں بیٹھ چکے ہیں کہ اب آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے انسان نیک اعمال کرنے اور اپنے معاملات کو درست کرنے کی طرف سے بے پروا ہو گیا ہے اور اس کی زندگی کے معاملات اس شخص کی زندگی کے

Marfat.com

معاملات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہے جو سرے سے آخرت کا قائل ہی نہیں۔ شفاعت کے اس غلط عقیدے کو قرآن پاک میں بڑی شدت کے ساتھ بار بار غلط بنایا گیا ہے اور لوگوں کی ان غلط امیدوں کے قلعوں کو ڈھایا گیا ہے جن میں رہتے ہوئے وہ بڑی بے فکری کے ساتھ بے لگام زندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔

کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ ان کی بخشش تو محض ان کے نسب کی وجہ سے ہو جائے گی۔ وہ فلاں اور فلاں بزرگ کی نسل سے ہیں اور ان کے نتیجہ میں آخرت میں جنت ان کو ضرور ملے گی۔ کچھ لوگ اپنے گروہی تعلق کو اپنی بخشش کے لیے کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم دوزخ میں گئے بھی تو بس کچھ دنوں کے لیے۔ آخر میں جنت ہی ہمارا ٹھکانا ہے۔

یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے غلط عقیدے ایسے موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے آخرت کا ماننا نہ ماننے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور ایسی صورت میں انسان کے اندر اللہ کی ناخوشی کا ڈر اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی فکر پیدا ہی نہیں ہوتی۔ اگر کسی انسان کے دل سے یہ خیال ہی نکل جاتے کہ اس کا ہر اچھا یا بُرا کام آئندہ مستقل طور پر اس کے لیے کسی اچھے یا بُرے انجام کا سبب بننے والا ہے تو پھر کون سی طاقت ہے جو اُسے بُرائیوں سے روک سکے اور اچھائیوں پر آمادہ کر سکے۔

جن لوگوں کے سامنے خود اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنانا ہے اور جو دوسروں کی اصلاح کے فرض کو پُورا کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اُن کے لیے لازمی ہے کہ وہ آخرت کے بارے میں عقیدے کی اصلاح کریں اور اس عقیدے کو پختگی کے ساتھ دلوں میں

Marfat.com

بٹھائیں۔

آخرت پر یقین کی اہمیّت

اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے ایسی زندگی جو ہمیشہ رہے گی اور جس میں انسان کو جو کچھ آرام ملے گا یا تکلیف پہنچے گی اس کا مدار صرف اس رَوّیے پر ہوگا جو انسان اس زندگی میں اختیار کرے گا۔

یہ ہے وہ حقیقت جو اکثر انسانوں کی نظر سے اوجھل ہے اور جب بھی یہ حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے انسان کی زندگی بھلائیوں سے خالی اور بُرائیوں سے پُر ہو جاتی ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے انسانی زندگی کی اصلاح کا کام ہمیشہ اسی طرح شروع کیا کہ ایک طرف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سچا یقین پیدا کیا تو دوسری طرف انہوں نے لوگوں میں آخرت کے یقین کو پختہ کیا اور آخرت کے عقیدے کو درست کیا۔ اس کام کے لیے اُنہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ بھی انتہائی معقول تھا۔ انہوں نے ہر دعویٰ کا ثبوت اور ہر شبہ کا جواب دیا۔ ہر اعتراض کو دُور کیا۔ ہر بات کو مناسب انداز میں سمجھایا اور دل میں بٹھایا، اس کے لیے اُنہوں نے عقلی دلائل دیے تاریخی واقعات پیش کیے اور کائنات کے بے شمار مشاہدوں کو ثبوت میں پیش کیا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ عملی ثبوت پیش کیا کہ ان کی بتائی ہوئی باتوں پر جو لوگ ایمان لائے ان کی ساری زندگی ان ہی اصولوں کے مطابق ڈھل گئی جو وہ پیش کرتے تھے۔ ان کی زندگی میں کوئی قول اور کوئی فعل ایسا باقی نہ رہ گیا جو ان کے قبول کیے ہوئے عقائد کے خلاف ہوتا۔ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے تمام معاملات میں ان کی زندگی

Marfat.com

کی روش وہی ہو گئی جو ایک سچے مومن باللہ، مومن بالآخرت اور مومن بالرسول کی ہونا چاہیے تھی۔

انسانوں کی اصلاح کا یہی وہ طریقہ ہے جس پر ہر نبی نے ہر زمانے میں عمل کیا ہے اور انسانی تاریخ گواہ ہے کہ یہی ایک ایسا طریقہ ہے جس سے ہر دور میں انسانی اصلاح کا صحیح کام لیا جا سکتا ہے۔

آپ کے سامنے بھی اپنی اصلاح اور اپنے ماحول کی اصلاح کا سوال ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات پر ایمان کی اہمیت آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ اصلاح کی دوسری بنیاد ایمان بالآخرت ہے۔ ایسے لوگ جو صاف طور پر آخرت کی زندگی کا انکار کریں آپ کو اپنے ماحول میں کم ملیں گے اور جو ملیں گے بھی تو ان کا مرض صرف اتنا ہی ہو گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بھی منکر ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں تو آخرت کے سوال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق ایمان کو درست کرنا ہو گا اور اس بارے میں کچھ باتیں آپ کے سامنے آ چکی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کو ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑے جو خدا کے تو قائل ہوں لیکن آخرت کی زندگی اور عذاب و ثواب کا مذاق اڑاتے ہوں۔ جو لوگ خدا کے وجود کو مان لیں ان کو آخرت کی زندگی کے بارے میں اطمینان دلا دینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے آخرت کا عقیدہ درا صل ایمان باللہ کے عقیدے کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کو ذرا تفصیل سے سمجھ لیجیے۔

ایمان باللہ کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ دل میں یہ یقین مضبوطی کے ساتھ جم جائے کہ یہ عالم اور اس کی تمام چیزیں بغیر کسی خالق اور مالک کے نہیں ہیں، ان سب کا پیدا کرنے والا موجود ہے اور یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اسی کی حکمت اور تدبیر کے ماتحت ہو رہا ہے۔ خدا کی ذات کے بارے میں یہ یقین اور اس کی صفات کا تصور بس یہی ایمان باللہ کا صحیح مفہوم ہے۔

اب جو شخص خدا کو مانتا ہے اور عدل وصفات کو اس کی لازمی صفت بھی جانتا ہے وہ یہ ماننے کے لیے مجبور ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں کا پاس رکھے اور جو ان کا پاس نہ رکھے اور جو انسان اخلاق اور نیکی کو اختیار کرے اور جو بدی اور سرکشی کو اپنا شیوہ بنائے ان دونوں کو نتیجے کے اعتبار سے برابر نہ ہونا چاہیے۔ لیکن دنیا میں آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اکثر نیکو کاروں کو تکلیفیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ اور دنیا کی خوشحالیاں اور نعمتیں ان کے حصے میں نہیں آتیں۔ لیکن اس کے برخلاف اکثر بدکار اور خدا کے باغی اپنی بے ایمانی اور بد اخلاقی کے باوجود مزے اڑاتے ہیں اور دولت اور عیش میں مست رہتے ہیں۔ اس صورتِ حال کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہونا چاہیے ایسی زندگی جہاں کا عیش وآرام بھی دائمی ہو اور جہاں کی تکلیف وسزا بھی کبھی نہ ختم ہونے والی ہو اور اس زندگی میں ہر انسان کو وہی نتیجہ ملنا چاہیے جو اس کے اعمال کا لازمی نتیجہ ہو۔ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور اسے عادل اور منصف بھی جانتا ہے وہ کسی طرح بھی ایک ایسے دن کا انکار نہیں کر سکتا جس دن ہر انسان سے اس کی زندگی کا حساب لیا جائے گا اور اس کے لیے اس کے اعمال کے لحاظ سے جزا یا سزا تجویز کی

جائے گی۔

اسی طرح خدا کی دوسری صفات کو لیجیے۔ وہ حکیم ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ اس کا کوئی کام بے مقصد اور عبث نہ ہو۔ دنیا کا یہ کارخانہ ہماری نظروں کے سامنے ہے جس خدا نے اسے بنایا ہے اگر وہ حکیم ہے تو اس کی حکمت کا لازمی تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ محض بے کار اور بے مقصد نہ ہو، اسی طرح انسان کا وجود بھی بے مقصد اور بیکار نہ ہو بلکہ انسان کی پیدائش کا کوئی مقصد ہونا چاہیے۔ اب جو لوگ اس مقصد کو پورا کریں اور جو اس مقصد کو پورا نہ کریں انہیں انجام کے اعتبار سے برابر نہ ہونا چاہیے۔ اس دنیا کی زندگی اس انجام کے حاصل ہونے کے لیے بالکل ناکافی ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنی پیدائش کا مقصد پورا کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پہچانتے ہیں اور جو اس مقصد کو بھول کر انتہائی غیر ذمہ دارانہ زندگی بسر کرتے ہیں، یہ دونوں اپنے انجام کے لحاظ سے ویسے نہیں ہوتے جیسا کہ انہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ صورتِ حال بھی تقاضا کرتی ہے کہ ایک اور ایسی زندگی ہونا چاہیے جہاں پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے والے اور اُسے پورا نہ کرنے والے اپنے اس انجام کو پہنچیں جس کے وہ مستحق ہوں۔

اسی طرح خدا کے رحیم ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے فرماں برداروں کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور اپنے نافرمانوں کو سزا دے۔ اس تقاضے کو پورا کرنے کے لیے بھی ایک دوسری زندگی کی ضرورت ہے۔

غرض یہ کہ جو شخص خدا کے وجود کا قائل ہو اور اس کی صفات پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ ایک ایسے دن کا انکار کر سکے جب ہر انسان کو

اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُسے ایک ایسی زندگی ملے گی جس کا آرام بھی دائمی ہوگا اور جس کی تکالیف بھی کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دراصل اس وقت تک ایمان باللہ کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک انسان آخرت کے دن پر بھی ایمان نہ لائے۔ آخرت پر ایمان، اللہ پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان کے بغیر ہی خدا پرست بننے کا دعوےٰ کرتے ہیں دراصل وہ خود بھی دھوکے میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دیتے ہیں۔
جس انسان کے دل میں کسی پوچھ گچھ کا خوف، کسی کی خوشی کی آرزو اور ناخوشی کا اندیشہ، اور اچھے انجام کی تمنا، اور بُرے نتیجے کا ڈر نہ ہوگا۔ اُسے محض اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان، نہ خواہشات سے روک سکتا ہے اور نہ غیر ذمہ داری سے باز رکھ سکتا ہے۔ خواہشات کو لگام لگانے اور ذمے دارانہ زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو اپنے رَوَیّے کے انجام کی بھی فکر ہو۔

آخرت فراموشی کے اسباب

اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ بات سامنے آگئی کہ خدا کی ذات اور اس کی صفات پر ایمان لانے کے بعد آخرت کا انکار ممکن نہیں۔ لیکن عملی دنیا میں جو دشواری ہم سب کے سامنے ہے وہ بھی قابل لحاظ ہے۔ ہمارے چاروں طرف بے شمار افراد ایسے موجود ہیں جو نہ خُدا کی ذات و صفات کے منکر ہیں اور نہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اُن کی زندگی کا رُخ وہ نہیں ہے جو ایک سچے مومن بالآخرت کا ہونا چاہیے۔ یہی وہ صورت حال ہے جس سے ہم سب کو نمٹنا پڑتا ہے۔ خدا کا انکار کرنے والے اور آخرت کو نہ ماننے والے کم ہی

Marfat.com

لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ زیادہ تر وہی لوگ ہمارے سامنے ہیں جو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے باوجود اُن کی زندگیاں خیر و صلاح سے خالی ہیں۔

ہمارے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ آخرت فراموشی ہے۔ اور ایسے لوگوں کے بارے میں اصلاح و تعمیر کی کوشش اُس وقت تک کارآمد ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس وجہ کو دُور نہ کیا جائے۔

آخرت کو بھول جانا، یا اعمال کے انجام کی طرف سے بے پرواہ ہو جانا دراصل ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں۔ یہی مرض انسان کو نفس کا غلام بنا دیتا ہے اور یہی سبب ہے انسان کی ہر قسم کی سرکشی اور فساد کا۔ اتنے اہم سبب کے بارے میں واضح طور پر یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ یہ سبب کس طرح پیدا ہوتا ہے اور آخرت کو بھول جانے کی جڑ کیا ہے؟ جب تک یہ بات ذہنوں میں صفائی کے ساتھ موجود نہ ہو گی آپ کی اپنی اصلاح اور دوسرے انسانوں کی اصلاح کا جو پروگرام سامنے ہے اس میں کامیابی نہ ہو سکے گی۔

انسان توحید و رسالت کا انکار کرتا ہے کیونکہ اُسے قیامت کا ڈر نہیں اور اُس نے اسی زندگی کو آخری زندگی سمجھ لیا ہے۔

انسان اپنے خالق اور مالک کے حقوق ادا نہیں کرتا کیونکہ اُسے یہ اندیشہ ہی نہیں ہے کہ ان حقوق کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اُسے کچھ نقصان بھی بھگتنا پڑے گا۔

انسان اس حقیقی مالک کی حاکمیت اور آقائی کو تسلیم نہیں کرتا، بلکہ اس کے

Marfat.com

مقابلے میں سرکشی اختیار کرتا ہے کیونکہ اُسے یہ ڈر نہیں ہے کہ ایک نہ ایک دن اُسے اُس مالک کے حضور کھڑا ہونا ہے۔

آخرت ہی کا یقین نہ ہونے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان نبی کی دعوت کو بلا جھجک ٹھکرا دیتا ہے، اخلاق اور دیانت کے اصولوں کا مذاق اُڑاتا ہے۔ جس بات میں اُسے اپنا ذاتی اور مادّی نفع دکھائی دے اسی کو حق سمجھ لیتا ہے، دوسروں کے حقوق مار کر خوش ہوتا ہے، ظلم کرتا ہے اور ظلم کو حق ثابت کرنے کے لیے عجیب عجیب فلسفے گھڑتا ہے۔ انسانیت کو شرما دینے والی حرکتیں کرتا ہے اور انہیں "ترقی پسندی" کے خوبصورت لباس میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کے وجود کا اقرار کرتا جاتا ہے مگر اس کے احکام کی کھُلم کھُلا مخالفت کرتا ہے۔ خدا کی اُتاری ہوئی پوری شریعت کو ایک دفترِ بے معنیٰ کہتا ہے۔ نفسانی خواہشات کو جی کھول کر پورا کرتا ہے۔ غرض یہ کہ بہت سی ایسی حرکتیں اس لیے ہوتی رہتی ہیں کہ اُسے کل کا کوئی غم ہی نہیں۔ لیکن آپ غور کیجیے کہ یہ کل کے غم سے بے غم کر دینے والی بات کیا ہے۔ آخرت کی فکر سے بے فکری کا سبب کیا ہے؟ موت کے بعد جو حقیقی زندگی بسر کرنا ہے اس کی کامیابی اور ناکامی کے بارے میں انسان بے پروا کیوں ہو جاتا ہے وہ اپنی زندگی میں کیوں ایسا رویہ اختیار کر لیتا ہے کہ گویا اس کی زندگی بے مقصد ہے اور اُسے کسی کے سامنے اپنے کاموں کا کوئی حساب نہیں دینا ہے؟ قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرض کا اصل سبب کیا ہے۔ فرمایا:-

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ

يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ (الدھر: ۲۷)

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جلد ملنے والے فائدوں پر ریجھے ہوئے ہیں اور اس کے مقابلے میں اس بھاری دن (قیامت) کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ (اعلیٰ: ۱۶)

بلکہ تم لوگ دنیوی زندگی کو (آخرت کے مقابلے میں) ترجیح دیتے ہو۔

بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ۔

(قیامہ: ۲۰-۲۱)

بلکہ تم لوگ جلد مل جانے والے فائدوں کو عزیز رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

انسان فوری مل جانے والے فائدوں پر ریجھتا ہے۔ ذراسی لذت کے لیے صحت برباد کر دیتا ہے۔ جلد مل جانے والے تھوڑے اور حقیر فائدے کے لیے دیر سے ملنے والے بڑے فائدے پر لات مار دیتا ہے اور اسی جذبے کے ماتحت دنیا کی زندگی میں مل جانے والے فائدوں سے آگے اُس کی نظر نہیں جاتی۔ وقتی لذتوں کے لیے دائمی فائدوں کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ بس یہی ہے ساری خرابیوں کی جڑ۔ یہ دنیا پرستی اور یہ جلد مل جانے والے فائدوں پر ٹوٹ پڑنا، بس یہی ہے اصل مرض۔ یہی مرض انسان کو آخرت سے بے پروا کر دیتا ہے، یہی زہر ہے جو انسان کے مزاج کو بگاڑ دیتا ہے جب تک یہ زہر دور نہ ہو، انسان خدا پرستی اور آخرت طلبی کی راہ اختیار نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اگر وہ آخرت کا منکر ہے تو آخرت کے سلسلے میں جو دلیلیں بھی آپ پیش کریں گی وہ اس کے دل پر اثر نہ کریں گی۔ جیسے ہی بات سمجھ میں آنے لگے گی اسے یہ نظر آجائے گا کہ اس عقیدے کو صحیح مان لینے کے بعد اُسے کیا کچھ چھوڑنا ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ ہر دلیل کو رَد کر دے گا۔ ضد اور ہٹ دھرمی پر اُتر آئے گا اور کسی بات کو معقولیت سے سننے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو کم سے کم زبانی حد تک آخرت کا قائل ہے لیکن اس کی زندگی اسی ڈھرّے پر چل رہی ہے جو کسی منکر آخرت کی ہو سکتی ہے تو وہ بھی یا تو ہر دلیل کے مقابلے میں کٹ حجتی پر اُتر آئے گا یا پھر آخرت کو مان لینے کے تقاضوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے بزرگوں کی سفارش، پیغمبروں کی شفاعت، اپنے نسل و نسب کی بزرگی اور نہ جانے کن کن بے بنیاد سہاروں کا سہارا لے گا اور اپنی زندگی کے رَوَیّے کو درست سمجھنے اور درست سمجھانے کی پُوری کوشش کرے گا۔ آپ اگر اس کے سامنے شفاعت کی حقیقت پر گفتگو کریں گی تو وہ آپ کا مُنہ بند کرنے کی کوشش کرے گا۔ آپ کو بدعقیدہ اور اپنے کو خوش عقیدہ کہہ کر اپنی تسلّی کا سامان کرے گا۔ آپ اگر عمل کی اہمیت پر زور دیں گی تو وہ آپ کو اس بحث میں اُلجھانے کی کوشش کرے گا کہ نجات کے لیے خالی ایمان ہی کافی ہے یا نہیں؟

غرض یہ کہ دنیا کی محبّت، نفس کی خواہشات پُوری کرنے کی لذّت اور فوری مل جانے والے کچھ مادّی فائدوں کی کشش اتنی سخت ہوتی ہے کہ وہ انسان کو آخرت فراموشی پر مجبور کر دیتی ہے۔ جس دل میں دنیا کا عشق ہوگا اس میں ایمان بالآخرت جگہ نہیں پا سکتا۔ جو دل خواہشاتِ نفس اور لذّت و عیش کا مرکز ہوگا اس میں اس ابدی

زندگی کا تصوّر اور اس کی طلب پیدا نہیں ہو سکتی۔ ایک کو دوسرے سے ضد ہے جہاں دنیا پرستی ہوگی، خدا پرستی نہ ہوگی۔ اور جہاں خواہشاتِ نفس اور مادّی فائد[ے] کی طلب ہوگی وہاں ایمان بالآخرۃ کی بُنیاد مضبوط نہیں ہو سکتی۔

آخرت فراموشی کا علاج

دنیا کی اس طلب سے دل کو خالی کرنے کے لیے[1] فوری ملنے والے فائدوں کی طر[ف] سے نظریں ہٹا کر ابدی اور مستقل فائدوں کو مقصود بنانے کے لیے کس قسم کی تربیت ک[ی] ضرورت ہے اور یہ مقصد کس طریقے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں حسب ذیل چند باتوں پر عمل انشاءاللہ مفید ہوگا۔

سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ آپ کی عقل اور آپ کا دل اس بات پر پوری طرح مطمئن ہو کہ واقعی ہر بُرے کام کا انجام بُرا اور ہر بھلے کام کا بدلہ بھلا ملنا چاہیے اور یہ کہ اعمال کے اس طرح بدلہ ملنے کے لیے اس دنیا کی زندگی کافی نہیں ہے۔ اور یہاں پُورا پُورا بدلہ ملنا ممکن ہی ہے۔ بلکہ اس کے لیے ایک اور ابدی اور دا[ئمی] زندگی ہونی چاہیے۔ اس حقیقت پر یقین کو پختہ کرنے کے لیے آپ عقلی دلیلیں ت[لاش] کریں۔ ان پر غور کریں اور پُورے اطمینان کے ساتھ پہلے اسی مسئلے کو حل کرلیں۔ [عام] طور پر یہ ہوتا ہے کہ اس عقیدے کا کُھلّم کُھلّا انکار کرنے والے تو بہت ہی تھوڑے لو[گ] ہوتے ہیں لیکن ایسے لوگ آپ کو کثرت کے ساتھ ملیں گے جو اگرچہ اس عقیدے کا

۱؎ یہاں یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ ہمارا اشارہ دنیا چھوڑ دینے اور دنیا کے معاملات [سے] بے تعلق ہو کر گوشہ نشین ہو جانے کی طرف ہے۔ اس بات کی مکمل تشریح انشاءاللہ اسی سلسلے میں اپنے مقام پر آئے گی۔

Marfat.com

تو نہ کریں گے لیکن اگر آپ اُن کے خیالات کرید کر دل میں چھپی ہوئی کمزوریوں کو نکالیں تو اندازہ ہوگا کہ دل آخرت کی فکر سے خالی اور اعمال کے نتائج کی طرف سے تقریباً بے پروا ہیں ایک عرصے سے ہمارے واعظین ہمیں تھپک تھپک کر سلاتے رہے ہیں۔ مغفرت اور بخشش کی طرف سے ایسا اطمینان دلاتے رہے ہیں کہ یہ بات دلوں میں اچھی طرح جم گئی ہے کہ ہماری بخشش تو ہو ہی جائے گی۔ دل کا یہ چور بڑی مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو ساری کمزوری کی جڑ یہی دل کا چور ہوتا ہے۔ انسان بہ ظاہر نیک اعمال کرتا رہتا ہے لیکن ان اعمال کے پیچھے آخرت کی طلب کے بدلے دنیاوی نیک نامی کام کرتی رہتی ہے۔ سوسائٹی کا دباؤ اچھے کام کرا لیتا ہے۔ قوم کی محبت، اقتدار کی تمنا، نام آوری کی آرزو اور اسی قسم کے دوسرے جذبے انسان کو بھلائی کے راستے پر چلاتے رہتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر ایک فتنہ اور ہے اور اس کا شکار وہ نیک لوگ ہو جاتے ہیں جو اپنی زندگیوں کو اللہ کا کلمہ بلند کرنے ہی کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ وہ فتنہ یہ ہے کہ اسلام کی راہ کو قبول کرنے کا محرک اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے بدلے یہ ہو جاتے کہ چونکہ اسلام ایک بہترین نظامِ زندگی ہے اور اگر یہ نظام برپا ہو جائے تو دنیا کی زندگی کی تمام اُلجھنیں دُور ہو جائیں گی اس لیے اسلام ہی کی راہ قبول کرنے کے لائق ہے۔ اگر کوئی ذہن اس طرح سوچنے لگے تو سمجھیے کہ اس نے بڑے ہی نقصان کا سودا کیا اور گویا کہ اُس نے صرف بھوسے کی خاطر کاشت کی ساری محنت برداشت کی۔ بلاشبہ اسلام کا نظامِ حیات ایک بہترین نظام ہے اس کی موجودگی میں اس دنیا کی زندگی بھی ہر قسم کی اُلجھنوں اور پریشانیوں سے پاک ہو

جاتی ہے لیکن مومن کا مقصود اصلی آخرت کی کامیابی ہے ۔ جو شخص اسلام کی راہ پر اس لیے قدم بڑھائے گا کہ اسے ایک بہترین سیاسی اور اقتصادی نظام کی ضرورت ہے ، وہ کبھی اس راہ پر ثابت قدمی نہ دکھا سکے گا ۔ مشکل مرحلوں میں اُس کے قدم جم نہ پائیں گے اور وہ سخت ناکامی کا شکار ہوگا ۔ اسلام کے سیاسی اور اقتصادی نظام کی برتری کا یقین کسی ایسے ذہن کو جو سیاست اور اقتصادیات ہی کے مسائل میں اُلجھ کر رہ گیا ہو (جیسا کہ آج کل بہت سے ذہنوں کا حال ہے) اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تو یقیناً مفید ہو سکتا ہے لیکن اس نظام ہی کو مقصود بنا لینا اور اسی کے قیام کو اپنی تمام جد و جہد کا مرکز سمجھنا کسی طرح بھی اپنا اسلامی نقطۂ نظر نہیں ہے ۔ غرض یہ کہ آخرت کا انکار کرنے والے اور آخرت کا اقرار کرنے والے مختلف ذہنوں میں آخرت کے بارے میں عجیب عجیب تصوّرات جم گئے ہیں ۔ جو لوگ اصلاح کا کام کرنے کے لیے اُٹھیں انہیں سب سے پہلے ذہنوں کو نامناسب خیالات سے پاک کرنا ہوگا ۔ جب تک خیالات اور تصوّرات کی اُلجھنوں کو دُور نہ کیا جائے گا آخرت کا صحیح ایمان دلوں میں نہ بیٹھ سکے گا ۔ اور آخرت کے صحیح ایمان کے بغیر اصلاح کی تمام کوششیں بے کار ہی جائیں گی ۔

خیالات کی اس اصلاح کے لیے بھی ایک ترتیب مفید ہوگی ۔ اگر زندگی بعد موت کے بارے میں دل مطمئن نہیں ہے تو سب سے پہلے شکوک اور شبہات کو دُور کرنے کے لیے دلائل پر غور کرنا چاہیے اور یہ غور و فکر اور مطالعہ اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک کہ اس بارے میں پُورا اطمینان نہ ہو جائے ۔

اس کے بعد آخرت کی کامیابی اور ناکامی کے معیار کی بنیاد پر کامیاب اور ناکام زندگیوں کی تفصیلات بار بار سامنے آنا چاہئیں۔ یہ مناظر اس طرح ذہن نشین ہو جائیں کہ گویا تصور کی آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے اور وہ ساری حقیقتیں جو پردۂ غیب میں چھپی ہوئی ہیں کسی نہ کسی درجے میں محسوس ہونے لگیں۔ اس مطالعہ کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کے سوچنے کا انداز بدلنے لگے گا اور آپ اپنے تمام کاموں کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے لگیں گی کہ کون سا کام آخرت کی زندگی کے لیے مفید ہے اور اس لیے وہ قبول کرنے کے قابل ہے، اور کون سا کام اس زندگی کے لیے مضر ہے۔ لہذا چھوڑ دینے کے قابل ہے۔

اس پوری کوشش میں سب سے زیادہ اہمیت قرآن پاک کے مطالعے کو ہے۔ یہی ایک ایسا علاج ہے جو خیالات کی پاکیزگی اور دل کی صفائی کے لیے انتہائی مفید ہے۔ قرآن پاک کے مطالب اور آخرت کے بارے میں اس کی پیش کی ہوتی دلیلوں پر غور کرنا۔ اور کامیاب اور ناکام زندگیوں کی تفصیلات کو بار بار سامنے رکھنا بے حد کارگر ثابت ہوگا۔ قرآن پاک میں بڑی کثرت کے ساتھ کامیاب گروہ اور ناکام گروہ کی خصوصیات اور تفصیلات آپ کے سامنے آئیں گی۔ اگر آپ ان خصوصیات کے خلاصے کو الگ الگ اپنی نوٹ بک میں نوٹ کریں اور پھر اُسے بار بار سامنے رکھیں تو آپ کو محسوس ہوگا۔

کہ آپ کے اندر بڑی تیزی سے تبدیلی ہو رہی ہے۔ قرآن پاک سے یہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آپ کو باقاعدہ عربی آتی ہی ہو۔ یہ مقصد کسی نہ کسی درجے میں ترجموں اور تفاسیر سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

رہ گئے وہ لوگ جو قرآن سے اتنا فائدہ بھی نہیں اُٹھا سکتے وہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کریں جو قرآن کے اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ اُردو زبان ایسی کتابوں سے مالا مال ہے۔ جو لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے وہ بھی یہ فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں ایسے اچھے لوگوں کی صحبت میسّر آجائے جو انہیں یہ باتیں زبانی سمجھائیں یا پڑھ کر سنائیں۔

عقیدۂ آخرت کے بارے میں اطمینان

عمل عقیدے کی پختگی کی جانچ ہے۔ جب آخرت کے عقیدے کے بارے میں عقل مطمئن ہو جائے اور آخرت کے امکان اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر دل گواہی دینے لگے تو آپ کو یہ جانچنا چاہیے کہ اس عقیدے میں کس حد تک پختگی ہے اور برابر کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ یہ عقیدہ زیادہ سے زیادہ پختہ ہوتا چلا جائے اس بات کا لحاظ آپ کو خود اپنے بارے میں بھی کرنا ہوگا اور ان لوگوں کے بارے میں بھی کرنا ہوگا جن کی اصلاح کا کام آپ اپنے ہاتھ میں لیں۔ ایک طرف تو پختہ عقیدہ عمل پر اُبھارتا ہے دوسری طرف مسلسل عمل کرتے رہنے سے خود عقیدے میں مضبوطی آتی ہے۔ اس لیے کسی عقیدے کی صحت پر عقیدے کو عمل سے الگ کر کے کوئی اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔

آخرت کے عقیدے کے بارے میں بھی اطمینان حاصل کرنے کے لیے آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس عقیدے میں کتنی جان اور کتنی طاقت ہے اس کا اندازہ آپ کو روزانہ زندگی کے مشاغل سے بڑی آسانی سے لگ سکتا ہے۔ آپ کو دیکھنا چاہیے کہ روزمرّہ کے معاملات میں آپ کہاں تک خدا کے سامنے

جواب دہی کے تصور کو سامنے رکھتی ہیں۔ آخرت کی بہبود کا خیال آپ کو کتنے کاموں پر اُبھارتا ہے اور آپ کو اندازہ کرنا چاہیے کہ زندگی کے کتنے کام ایسے ہیں جن کے کرنے پر آپ صرف اس لیے آمادہ ہو جاتی ہیں کہ اس طرح آپ کو وہ دائمی کامیابی میسر آجائے گی جس کو آپ نے بحیثیت مومن اپنا مقصود ٹھہرایا ہے۔ کتنے کام ایسے ہیں جن کے کرنے سے آپ صرف اس لیے رُک جاتی ہیں کہ آپ ان کاموں کو اُخروی کامیابی کے لیے مضر سمجھتی ہیں۔ آپ کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ کتنے فائدے ایسے ہیں جو اس دُنیا کے اعتبار سے یقیناً فائدے ہی ہیں لیکن آپ ان کو صرف اس لیے چھوڑ دیتی ہیں کہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ آخرت میں وہ اپنے انجام کے لحاظ سے آپ کے لیے مضر ہی ہوں گے اور کتنے نقصانات اور کتنی مصیبتیں ایسی ہیں جو اس دنیا کے پیمانوں کے لحاظ سے یقیناً نقصان اور مصیبتیں ہی ہیں لیکن آپ انہیں برداشت کرتی رہتی ہیں کیونکہ آپ کو یقین ہے کہ اس طرح آپ اپنے مالک کی خوشی حاصل کر سکیں گی اور اس ہمیشہ رہنے والی زندگی میں سُکھ اور آرام پا سکیں گی۔ اس بارے میں جب آپ اپنی جانچ خود کریں گی اور اپنے خیالات اور مشاغل کا جائزہ لیں گی تو آپ محسوس کریں گی کہ زندگی کے بہت سے معاملات میں آپ کا یہ پہلو کمزور ہے۔ بس اس سے اندازہ کر لیجیے کہ جس حد تک اس معاملے میں کمزوری ہے اس حد تک آپ کو اپنے عقیدۂ آخرت کی مضبوطی کا اہتمام کرنا ہے۔ اسی طرح آپ جن لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائیں ان کی زندگی کو بھی آپ اس پہلو سے جانچیں اور جہاں جہاں کمی پائیں اس کو دُور کرنے کے لیے پہلے آخرت کی اہمیت کو دلوں میں اُتارنے کی کوشش

Marfat.com

کرتی رہیں۔

یہاں ایک احتیاط کے پہلو کی طرف آپ کو متوجہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عام طور پر جب ہم اپنے مخاطبین کی زندگیوں میں کوتاہیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کوتاہیوں پر براہِ راست ٹوکنے اور ان کو سامنے رکھ کر ایک واعظانہ گفتگو کرنے میں نفس کو بڑی لذت ملتی ہے۔ یہ طریقہ مفید ہونے سے زیادہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں کبھی تو مخاطب کے اندر ضد اور ہٹ دھرمی اُبھرتی ہے نہیں تو وہ رفتہ رفتہ اس قسم کی باتیں سُننے کا عادی سا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے اس طرح کی سب باتیں بے کار ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس لیے اس بارے میں کافی احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے مواقع پر براہِ راست ٹوکنے سے پہلے ان کے دلوں میں خدا، آخرت اور رسالت پر ایمان کو مضبوط کرنے کی کوشش کی جائے۔ دراصل کامیابی اس میں ہے کہ آپ کے مخاطب اور خود آپ کے دل میں اس قسم کے جذبات اُبھریں کہ آپ کی زبان ہی نہیں بلکہ آپ کے اعمال و مشاغل اس بات کی خود ہی گواہی دیں کہ آپ کی تمام عملی پالیسی کی بنیاد اس اقرار کے سوا اور کچھ نہیں :۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا۔

(الدھر : ۱۰)

ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو بدنما) اور (دلوں کو) سخت (بے چین کر دینے والا) ہے۔

اس پہلو سے اپنا جائزہ لیتے وقت ایک اور اندیشے کو بھی سامنے رکھنا چاہیے

Marfat.com

اور وہ یہ ہے کہ کہیں اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کو تسلیم کر لینے کے بدلے آپ کے اندر تاویلیں کرنے اور حیلے ڈھونڈھنے کا جذبہ تو نہیں اُبھر رہا ہے۔ یہ صورت جب پیدا ہونے لگتی ہے تو پھر خیر اور صلاح کے دروازے بند ہونے لگتے ہیں اور انسان ترقی کے بدلے تنزل کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

ان تمام احتیاطوں کو سامنے رکھتے ہوئے خلوصِ نیت کے ساتھ جب آپ اپنی جانچ خود کریں گی اور اپنے تمام معاملات اور مشاغل کو احتساب کی کسوٹی پر کسیں گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی تائید آپ کے شاملِ حال ہو گی۔ اور آپ کو اپنی کوتاہیوں کا احساس ہو گا۔ اس احساس کو بڑا غنیمت جانیے۔ اصلاحِ حال کے لیے یہ احساس بہت قیمتی ہے اگر آپ اس کی قدر کریں گی اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں گی تو ایک طرف تو آپ کی اصلاح ہوتی جاتے گی اور دوسری طرف یہ احساس زیادہ تیز ہوتا جائے گا اور اس طرح وہ تمام خرابیاں اُبھر اُبھر کر سامنے آتی رہیں گی جن پر غفلتوں کی تہیں جمی رہتی ہیں اور اس طرح وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔

تصورِ آخرت کی صحیح صورت

آخرت کے یقین کو پختہ کرنے اور عقیدے کو درست کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو ایک جدّ و جہد اور کرنا ہو گی اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ مشق بہم پہنچائیں کہ آخرت کا تصور کسی آن آپ کے دل اور دماغ سے محو نہ ہونے پائے۔ یہ بات یکبارگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے کوشش کرنا ہو گی، مسلسل کوشش نہایت صبر کے ساتھ۔ یہ کیفیت کہ ہر آن خدا کے سامنے کھڑے ہونے اور اپنے اعمال کا حساب دینے کا دھیان آپ کے دل و دماغ پر چھایا رہے ایک مطلوب کیفیت ہے۔ جب تک یہ کیفیت

پیدا نہ ہوگی نہ تو اصلاح ہی قابلِ اطمینان ہو سکتی ہے اور نہ آپ دین کے لیے کوئی قابلِ ذکر کام ہی کر سکتی ہیں۔ یہ کیفیت انتہائی ضروری ہے۔ اس کیفیت میں جس درجہ کمزوری ہوگی اسی درجہ آپ دین کی راہ پر جمنے میں کمزور ثابت ہوں گی۔

کچھ ذہنوں میں یہ تصور بیٹھ گیا ہے، چاہے وہ اس تصور کو شعوری طور پر خود بھی محسوس نہ کر پائیں کہ جب اس طرح کا ذہن بنے گا جو ہر آن آخرت اور معاد کے تصور کو سامنے رکھتا ہوگا تو پھر اس کے نتیجے میں وہ دُنیا کو چھوڑ کر راہبوں اور سنیاسیوں جیسی زندگی اختیار کرے گا۔ اور چونکہ یہ زندگی اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے اس لیے بلا کچھ سوچے سمجھے ایسے لوگوں کا ذہن آخرت اور معاد کے تصور کو کچھ زیادہ جگہ نہیں دیتا۔ یہ بڑا نازک سوال ہے اور اس بارے میں ذہن میں کوئی گنجلک باقی نہ رہنا چاہیے نہیں تو ایک ایسا ذہنی اُلجھاؤ پیدا ہوگا کہ انسان کچھ متضاد قسم کے جذبات کا مجموعہ بن جائے گا اور اُس کی قوتِ عمل مضمحل ہو جائے گی۔

اسلام جس انداز میں آخرت کی فکر اور اس کی کامیابی کو ذہنوں پر مسلط کرنا چاہتا ہے اس نتیجے میں نہ تو بے عملی پیدا ہوتی ہے نہ گوشہ نشینی، نہ یاس طاری ہوتی ہے اور نہ ذمّے داریوں سے بھاگنے کا رُجحان بڑھتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو اسلام جس قسم کی جدوجہد پر اُبھارتا ہے اور جس طرح اپنے ماننے والوں کو دُنیا کے انتظام کو سنوارنے کے لیے تیار کرتا ہے اس کی روح یہی فکرِ آخرت ہے۔ یہ فکرِ آخرت اعضاء کو مضمحل نہیں کرتی بلکہ ان میں تازگی اور گرم خون کی رفتار کو تیز کرتی ہے۔ یہ انسان کو اس بات پر آمادہ نہیں کرتی کہ وہ دُنیا کے کاروبار کو شیطان کے

Marfat.com

حوالے کر کے خود کوئی گوشۂ عافیت تلاش کرے بلکہ یہ اس میں سرفروشی کی جرأت اور جدوجہد کی آمادگی پیدا کرتی ہے۔

ہر معاملے میں آخرت کی فکر آپ کے سامنے رہے۔ آپ اپنے ہر قول اور ہر فعل کو اسی پیمانے سے ناپیں۔ ہر کام سے پہلے یہ سوچیں کہ اس کا کیا اور کتنا فائدہ آپ کو آخرت میں ملے گا۔ ہر بات کہنے سے پہلے آپ بات کو تولیں اور یہ اندازہ لگائیں کہ اس کے نتیجے میں آپ اس دن کیا پائیں گی جب آپ اپنے رب کے حضور پیش ہوں گی۔ ذہن کی یہ کیفیت آسانی سے پیدا نہیں ہو سکتی اور خصوصاً اس ماحول میں جو آخرت کو بھلانے کے لیے سب سے زیادہ قوی ہے اور جہاں آخرت کو بھلانا انتہائی آسان اور اسے یاد رکھنا انتہائی دشوار ہے لہٰذا جیسا کہ کہا گیا اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنا پڑے گی اور بڑی محنت اور کوشش سے یہ بات حاصل ہو گی بہرحال دشوار سہی لیکن اس کیفیت کا پیدا کرنا ناممکن نہیں ہے اور مشق اور کوشش سے اسے پیدا کیا جا سکتا ہے اور بڑھایا جا سکتا ہے۔

تصورِ آخرت کو ذہن نشین کرنے کے ذریعے

ذہن میں اس کیفیت کو پیدا کرنے، بڑھانے اور قائم رکھنے کے لیے جو ذریعے مفید ہو سکتے ہیں اُن میں سے کچھ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ پہلی چیز موت کی یاد ہے۔ انسان روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ موت سے کسی انسان کو مفر نہیں۔ وہ اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے کہ موت کا مزہ بہرحال چکھنا ہے لیکن اس کے باوجود اپنی موت انسان کو بہت کم یاد آتی ہے۔ وہ لوگوں کو اپنی آنکھوں سے مرتا ہوا دیکھتا ہے لیکن بہت کم محسوس کرتا ہے کہ اسے بھی اسی

Marfat.com

منزل سے گزرنا ہے۔ آخرت کے تصوّر کو ذہن میں زندہ رکھنے کے لیے موت کی یاد بہت مفید ہے موت آخرت کی زندگی کی ابتدائی منزل ہے اور اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے موت کو یاد رکھنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"اس چیز کو اکثر یاد کرتے رہو جو لذّتوں کو ڈھانے والی ہے یعنی موت"۔

(ترمذی۔ نسائی)

موت، قیامت آخرت اور حساب کتاب کے دن کو یاد رکھنے اور اُس کو سامنے رکھ کر زندگی کے رَوَیّے کو طے کرنے پر قرآن اور حدیث دونوں میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ (آلِ عمران : ۱۸۵)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پُورا پُورا بدلہ دیا جائے گا۔ تو جو کوئی دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنّت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

موت کو یاد رکھنے کی اتنی اہمیّت ہے کہ اس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک ایسے فعل کی نہ صرف اجازت ہی دی ہے بلکہ حکم دیا ہے جسے ایک فتنے کے خوف سے پہلے منع فرمایا تھا۔ جب تک مسلمانوں کے ذہنوں میں توحید کے تقاضوں نے اپنا گھر نہیں کر لیا تھا اس وقت تک یہ اندیشہ ممکن تھا کہ کہیں ان میں پُرانی

عادتیں پھر سے پیدا نہ ہو جائیں اور وہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان کی عظمت کا حق کسی ایسے طریقے یا رسم سے ادا نہ کرنے لگیں جس میں شرک کا لگاؤ ہو، اس لیے آپ نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا، لیکن جب آپ نے اندازہ فرما لیا کہ اب جو مسلمان قبروں پر جائیں گے وہ بجائے اس کے کہ وہاں سے اثر قبول کریں خود اس قابل ہیں کہ وہ دوسروں پر اثر ڈالیں۔ اس لیے آپ نے اس پابندی کو ہٹا لیا اور ارشاد فرمایا:۔

"میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے" (ابن ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

"قبروں پر جایا کرو کیونکہ اس سے موت یاد آتی ہے" (مسلم)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر دم آخرت کی فکر تازہ رکھنے کے لیے موت کو یاد رکھنا بہت کار آمد ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قبرستانوں میں جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں انسان کو دنیوی زندگی کی اس آخری منزل کی یاد تازہ ہو جانا چاہیے جو سفر آخرت کی ابتدائی منزل ہے۔ عبرت حاصل کرنے والی نظر اور اثر قبول کرنے والے دل کے لیے گورستانوں میں فکر آخرت کو تازہ کرنے کا بڑا سامان موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انسان اپنی بدقسمتی سے خود اس مفید ذریعے کو مضر بنا لے اور خود قبروں کے ذریعہ آخرت سے بے خوفی اور حساب کی طرف سے بے غمی حاصل کر لے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔ غرض یہ تھی کہ

Marfat.com

لوگ اپنی موت کو یاد کریں اور فکرِ آخرت کو تازہ رکھیں۔ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ آج حضورؐ کے اس حکم کو وہ لوگ بطور سند کے پیش کرتے ہیں جنہوں نے قبروں کو آخرت فراموشی کا سب سے بڑا سبب بنا لیا ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو قبروں کو سجا کر بیٹھ گئے ہیں اور جنہوں نے لوگوں کو یہ یقین دلا دیا ہے کہ وہ بزرگ جن کی یہ قبر ہے ان لوگوں کی پکار کو سنتے ہیں جو انہیں مدد کے لیے پکاریں یا جو ان کے ذریعہ بارگاہِ خداوندی میں درخواست گزارنا چاہیں۔ چنانچہ ایسی قبروں پر حاجت مندوں کا ہجوم ہوتا ہے اور وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس کو دیکھ کر یہی کہنا پڑے گا کہ شاید خدائی طاقتیں کسی ایک ذات میں جمع نہیں ہیں بلکہ وہ جگہ جگہ بٹی ہوتی ہیں۔ مختلف درباریں جس کو جس سے عقیدت ہو وہاں سے "دامنِ مراد" بھرے پھر ان قبروں کے ان عقیدت مندوں کو یہ بھی یقین دلا دیا گیا ہے کہ جو کوئی ان بزرگوں کو راضی کرنے اور خوش رکھنے کا اہتمام کرے گا تو وہ قیامت کے دن بھی کام آئیں گے ان کی بخشش کرا دیں گے، ان کی سفارش سے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بس بیڑا پار ہو جائیگا۔ اب ظاہر ہے کہ فکرِ آخرت کی ضرورت ہی کیا باقی رہ گئی۔ اب نوبت ہی اُلٹی ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ قبروں پہ جایا کرو تاکہ فکرِ آخرت تازہ رہے لیکن ان "عقیدت مندوں" نے قبروں کو ایسا بنا لیا کہ وہاں جا کر فکرِ آخرت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا حضورؐ نے ایسی ہی قبروں پہ جانے کی ہدایت فرمائی تھی جنہیں آج "مزار شریف" بنا لیا گیا ہے۔

۲۔ فکرِ آخرت کو تازہ رکھنے کے لیے دوسری چیز قرآن پاک کی تلاوت ہے قرآن پاک کا کوئی ایک صفحہ بھی ایسا نہیں جس میں آخرت کی زندگی اور اعمال کی جزا

اور سزا کا ذکر کسی نہ کسی انداز سے نہ آیا ہو۔ پھر جگہ جگہ بڑے ہی مؤثر انداز میں آخرت کے مناظر کا ذکر ہے۔ کامیاب اور ناکام گروہوں کے انجام کی تصویر ہے۔ اس دائمی زندگی کے دائمی آرام یا دائمی مصائب کا تذکرہ ہے۔ ایسی تمام آیات کی حضورِ قلب کے ساتھ تلاوت کی جائے، ان مضامین پر غور کیا جائے اور جو کیفیت ان آیات میں بیان کی گئی ہو اس کو اپنے تصور میں حاضر اور اپنے ذہن میں محسوس کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہو سکے تو ایسے حصوں کو نماز میں پڑھا جائے۔ نماز میں بندہ اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے اس کی ہر حرکت سے بندگی اور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اگر اس حالت میں قرآن پاک کی ایسی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو یقیناً بہت فائدہ حاصل ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضورؐ نے نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (سورہ النساء: ۴۱)

اس آیت میں قیامت کا وہ منظر پیش کیا گیا ہے جب ہر ہر اُمّت اپنے اپنے نبی کے ساتھ دربارِ خداوندی میں پیش ہوگی اور اس سے سوال و جواب ہوگا۔ ایک طرف تو اُمّت سے پوچھا جا رہا ہوگا کہ انہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کے جواب میں کیا رَوِیّہ اختیار کیا۔ دوسری طرف رسول سے سوال ہو رہا ہوگا کہ آیا اُنہوں نے بھی اللہ کا پیام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا تھا یا نہیں اور یہ کہ اس پیام کے مقابلے میں اُمّت کی روش کیا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

Marfat.com

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ہر ہر امت سے یہ معاملہ ہو رہا ہوگا تو اس وقت تم کو بھی ان لوگوں کے مقابلے میں گواہ کی حیثیت سے پیش ہونا ہوگا۔

جس دل میں آخرت کی فکر ہو، جو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو اور جو قیامت کے مناظر کی صحیح اہمیت کو محسوس کرتا ہو وہ اس منظر کا تصور کر کے کس طرح نہ کانپ اٹھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ساری رات اسی آیت کو دہراتے رہ گئے اس حال میں کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور کھڑے کھڑے پیروں پر ورم آگیا تھا۔ یہ کیفیت ہے اس پاکیزہ انسان کی جس سے بہتر انسان نہ آج تک کوئی پیدا ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔

اس واقعہ میں ہمارے لیے عبرت اور نصیحت کا بہت بڑا سامان موجود ہے۔

فکرِ آخرت ترکِ دنیا نہیں ہے

فکرِ آخرت کے اس غلبے کا تصور کرتے ہی ذہنوں میں کچھ ایسا نقشہ آتا ہے جسے ترکِ دنیا کہا جا سکتا ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ جس دل میں آخرت کی فکر اس درجہ ہوگی وہ یقیناً دنیا سے کنارہ کرے گا اور دنیا کے تعلقات اور ذمہ داریوں کو چھوڑ کر کسی گوشے میں بیٹھ رہے گا۔ اب جن لوگوں نے اسلام کو سمجھا ہے اور جو جانتے ہیں کہ ترکِ دنیا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ آخرت کی وہ فکر جس کا ذکر اوپر ہوا اسلام میں مطلوب نہیں ہو سکتی کیونکہ اس فکرِ آخرت کے نتیجے میں کاروبارِ دنیا سے منہ موڑ لینا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ لہٰذا آخرت طلبی کے جو وعظ بھی ان کے سامنے بیان کیے جاتے ہیں وہ ان کو کچھ توجہ سے نہیں سنتے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس زعم میں رہتے

Marfat.com

ہوئے کہ اسلام کو صحیح طریقے سے اُنہوں نے سمجھا ہے اس قسم کی باتوں کو اسلام کے مزاج کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ جو ذکرِ آخرت پر جھومنے اور مناظرِ آخرت کے ذکر پر آنکھوں کو تر کر لیتے ہیں یا کم سے کم رونی شکل اور بھرائی ہوئی آواز بنا لینے کو مومن کی پہچان جانتے ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ایمان اور اسلام کا نام لیتے ہوئے بھی ایسے کاموں میں سر کھپا رہے ہیں جو ان کے نزدیک خالص دُنیوی کام ہیں اور دین کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تو وہ ایسے تمام کاموں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور ان کاموں کے جاننے والوں کو دین سے بے تعلق گردانتے ہیں۔

سوچنے کے انداز میں یہ اختلاف ایک بڑی اُلجھن کا سبب بن جاتا ہے اور ایک شخص فیصلہ نہیں کر پاتا کہ کس رَوَیّے کو صحیح کہے اور کس بات کو اسلام کے مزاج کے موافق قرار دے۔

دین اور دُنیا کا فرق

اس اُلجھن کا اصلی سبب یہ ہے کہ ایک عرصے سے مُسلمانوں کی زندگیاں دو مختلف حصّوں میں تقسیم ہو گئی ہیں اور یہ تقسیم کچھ اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ باوجود جاننے اور ماننے کے ان کی عملی زندگی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہی۔ ان کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ خالص دنیوی سمجھا جاتا ہے اور دوسرا حصّہ دینی اور مذہبی۔ دینی اور مذہبی حصّے میں تو وہ دین کی ہدایت اور مذہب کی پابندیوں کو کُرید کُرید کر دریافت کرتے ہیں۔ اور بڑے سے بڑے چھوٹے سے چھوٹے حکم پر بھی چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً نماز ہی کے مسئلے کو لے لیجیے۔ یہ ایک خالص دینی کام ہے۔ چنانچہ اس کے بارے

میں چھوٹے سے چھوٹے حکم کی پابندی بڑے اہتمام سے کی جاتی ہے۔ مسجد میں پہلے داہنا قدم رکھا جائے، وضو کرتے وقت ناک بائیں ہاتھ سے صاف ہونا چاہیے یُوں چاہے پاجامہ کتنا ہی نیچا کیوں نہ ہو لیکن نماز کے وقت ٹخنے کھول لینا ضروری ہیں۔ نماز کی نیّت کرنے کے لیے جو الفاظ مقرر کر دیے گئے ہیں اُن کو بڑے اہتمام سے اس ترتیب کے ساتھ ادا ہونا چاہیے جس ترتیب سے وہ سکھائے گئے ہیں۔ غرض یہ کہ ایک نہیں بیسیوں ایسے احکام کی پابندی انتہائی اہتمام سے کی جاتی ہے یہ خود اپنے مقام پر اتنے اہم نہیں ہیں جتنی اہمیّت ان کو دی جاتی ہے۔ اسی طرح مذہبی زندگی کے دُوسرے اعمال کا حال ہے لیکن دُنیوی حصّے کے بارے میں دین کی دی ہوئی ہدایات اور مذہب کی لگائی ہوئی پابندیوں میں سے ان پابندیوں کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا جو براہِ راست حلال اور حرام کی حدود میں آتی ہیں۔ مثلاً کاروبار میں وہ صورتیں بلا کسی پریشانی کے اختیار کر لی جاتی ہیں جو شریعت میں قطعاً حرام ہیں، مقدمے بازی میں جھوٹ انتہائی اطمینان کے ساتھ بولا جاتا ہے، رشوت دیتے یا لیتے وقت یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس بارے میں اللہ کے دین نے کیا پابندیاں لگائی ہیں۔ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر غیروں کے قانون کی بنیاد پر اپنے معاملات کے فیصلے کراتے وقت کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوتی۔ غرض یہ کہ اسی طرح سینکڑوں کام ہیں جن کو مذہب ناجائز اور غلط کہتا ہے لیکن شاید مسلمانوں نے بھی زندگی کے ایک حصّے کا غیر مذہبی ہونا تسلیم سا کر لیا ہے۔ اس لیے بلا کسی پریشانی کے وہ اس حصّے میں مذہب اور خدائی قانون سے بے نیاز ہو کر پورے اطمینان کے ساتھ کام کرتے رہتے ہیں۔

یہی وہ غلط تصوّر ہے جس نے دین کی پُوری شکل ہی بگاڑ کر رکھ دی ہے

اب جس شخص کے اندر مذہب سے تعلق بڑھتا ہے اور فکر آخرت کی بنیاد پہ اس کا دل دین کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ عملاً ان تمام کاموں سے دُور بھاگتا ہے جنہیں اس نے اب تک دُنیوی زندگی کا جزو سمجھ رکھا تھا، وہ ان تمام کاموں کو شیطانی پھندا سمجھتا ہے اور اپنی دینی زندگی اور آخرت کی کامیابی کے لیے مہلک جانتا ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اس کے اندر آخرت کی طلب کا تصوّر مضبوط ہوتا جاتا ہے وہ دنیا کے معاملات سے بے تعلق ہوتا چلا جاتا ہے اور اپنی اس روش کو خالص دینی روش اور اپنے اس طریقے کو اسلامی طریقہ مانتا ہے اور ایسا ہی دوسروں سے منوانے کی کوشش کرتا ہے۔

زندگی کی تقسیم غلط ہے

اسلام کے نزدیک یہ تصور قطعاً غلط ہے۔ زندگی اللہ کی بخشی ہوئی ہے۔ وہ اس پُوری زندگی کا خالق ہے اور اس لیے تنہا وہی اس پُوری زندگی کا مالک بھی ہے لہٰذا پُوری زندگی میں اطاعت اسی کی جائز ہے اور بندگی کا حق دار صرف وہی ہے یہ بات کسی طرح درست نہیں ہو سکتی کہ انسان زندگی کے ایک حصّے میں تو خُدا کا بندہ ہو اور باقی حصّے میں وہ آزاد ہو کہ چاہے جس کا کہنا مانے، چاہے من مانی کرے یا اپنے ہی جیسے دُوسرے انسانوں کے تجویز کیے ہوئے راستے پر چل پڑے۔

اسلامی تصوّر کے ماتحت زندگی ناقابلِ تقسیم ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان زندگی کے تمام معاملات میں اس کی بتائی ہوئی ہدایات کا پابند رہے اور واقعی معنٰی میں مسلم (اطاعت گزار) بن کر رہے۔ البتہ اسلام کے نقطۂ نظر کے مطابق زندگی کے دو مختلف رَوَیّے ممکن ہیں۔ ایک رَوَیّہ تو وہ ہے جو اسلام

Marfat.com

تجویز کرتا ہے اور جس کے ماتحت اسے تمام معاملات میں صرف خدا کی ہدایات کا پابند بن کر رہنا چاہیے ۔ دوسرا رویہ وہ ہے جو اس کے خلاف ہے اور اس کی ہزاروں صورتیں ممکن ہیں ۔ کچھ انسان خدا کو سرے سے مانتے ہی نہیں ، کچھ اسے مانتے تو ہیں لیکن اس کے ساتھ کچھ دوسرے مددگار اور شریک بھی مانتے ہیں ، کچھ لوگ کہتے ہیں خدا تو ہے لیکن وہ ہمارے سے بے تعلق ہے ۔ یہ سب تو کچھ لگے بندھے قوانین کے ماتحت اسی طرح ہوتا آیا ہے اور اسی طرح ہوتا رہے گا ۔

اسلام زندگی کا جو رویہ تجویز کرتا ہے اُس کی رُو سے وہ مطالبہ کرتا ہے کہ انسان اپنے تمام معاملات میں خدا کی مرضی کا پابند بن کر رہے اور پھر یہ یقین دلاتا ہے کہ جو کام بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کی لگائی ہوئی پابندیوں کے مطابق کیا جاتے گا وہ دینی کام ہی ہو گا ۔ چاہے دیکھنے میں وہ کیسا ہی دنیاوی کام کیوں نہ نظر آتا ہو ، اسلام کے نزدیک اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ، اس کی رضا اور خوشنودی سے بے نیاز ہو جانا اور اس کی ہدایات سے غفلت برتنا ہی دراصل " دنیا " ہے ۔ وہ دنیا جس کو " مردار " اور جس کے طالبوں کو " کتا " کہا گیا ہے ۔ ورنہ مُلک و مال اور بیوی بچوں کا نام دنیا نہیں ہے ۔ کون نہیں جانتا کہ وہ نماز جو دکھاوے کے لیے پڑھی جائے اور جس کی غرض نہ اللہ کے احکام کی اطاعت ہو اور نہ اس کی رضا کی طلب بلکہ جس کی بنیاد پر کوئی شخص اپنے کو لوگوں کے درمیان بڑا متقی اور دین دار کہلوانے کی آرزو رکھتا ہو ہرگز عبادت نہیں ، بلکہ بدترین دُنیوی کام ہے ۔ لیکن حلال روزی کے چند لقمے کمانے کے لیے جو شخص کوئی کاروبار کرے اور اس کی مدد سے وہ اپنے بیوی بچوں کے حقوق اس طرح ادا کرے کہ اسے خدا کی

مرضی اور اس کے احکام کی پابندی کا دھیان رہے تو یہ کاروبار عبادت ہے اور خالص دینی کام ہے۔

یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس کے بارے میں اکثر لوگوں کے ذہن صاف نہیں ہوتے۔ اور جو لوگ فکرِ آخرت کو ترک دنیا کا ہم معنیٰ بنا لیتے ہیں یا جو فکرِ آخرت کو ترکِ دنیا کا ہم معنی سمجھ لیتے ہیں وہ دونوں اسی لیے یہ غلطی کرتے ہیں کہ ان کے ذہنوں میں "دین" اور "دنیا" کا وہ تصور نہیں ہوتا جو اسلام پیش کرتا ہے اسلام کے نزدیک کوئی چیز "دنیا" نہیں ہے۔ سب کچھ "دین" ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو اسلام تجویز کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر کوئی چیز "دین" نہیں چاہے لوگ اسے کتنا ہی "دینداری" کا کام کیوں نہ کہے جائیں۔

جب تک یہ نقطۂ نظر اچھی طرح واضح نہیں ہوتا لوگ کسی ایک طرف جُھک جاتے ہیں اور دونوں صورتوں میں اسلام سے دُور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جس طرح دنیا کے معاملات سے بے تعلق ہو جانا اور اُسے دین داری سمجھنا غلط ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ دنیا کی ذمہ داریوں کی طرف اس طرح لپکے کہ اس کا کوئی غم ہی نہ رہے کہ دل کا تعلق اللہ سے کتنا مضبوط یا کمزور ہو رہا ہے۔ جس طرح وہ لوگ جو "دینداری" کے تقدس کو بجا لانے کے لیے دنیا کی ذمّہ داریوں سے بھاگتے ہیں، غلط راستے پر ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی بھٹکے ہوئے ہیں جو ان ذمّہ داریوں کے پیچھے اس طرح پڑ جائیں کہ ان کی زندگی اور ایک خدا فراموش کی زندگی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

جس طرح وہ لوگ غلط ہیں جنہیں تہجد، نوافل اور اذکار اتنی مُہلت ہی نہیں

دیتے کہ وہ معاملاتِ دُنیا کو خدا کی مرضی کے مطابق سنوارنے کی جدّوجہد کریں اور اللہ کے بندوں کو اللہ کا بندہ بن کر رہنا سکھائیں۔ اسی طرح وہ لوگ غلط ہیں جو نظامِ اسلام کے قیام اور نظامِ زندگی کی اصلاح کے پیچھے اس طرح پڑ جائیں کہ انہیں یہ دھیان ہی نہ آئے کہ انہیں اپنی اس جدّوجہد کے لیے قوّت کہاں سے لینی ہے اور یہ کہ جب تک وہ بھی تہجد، نوافل اور اذکار کا اہتمام نہ کریں گے ہرگز ہرگز مہم کو سر نہ کر سکیں گے، انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دن میں دین کی خاطر وہی لوگ مشغول رہ سکتے ہیں جو رات کے کچھ حصّے کو اپنے ربّ کے حضور قیام و سجود میں بسر کریں۔

خدا سے تعلق

آخرت کا صحیح تصوّر

اور خدا کی اُتاری ہوئی ہدایات کی مکمل پیروی ہی مومن کی قوّت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے بغیر دین کا کوئی کام انجام نہیں پا سکتا۔

مکتبہ یعقوب انیس

Marfat.com

178

دین کی حفاظت

مسلم خواتین کے کرنے کا کام

ابو سلیم محمد عبدالحی

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ
۱۳- ای شاہ عالم مارکٹ، لاہور
برانچ:- ۱۶- بیت المکرم - (پہلی منزل) ڈھاکہ

Marfat.com